ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
42
www.tanzeem.org
10 تا 16 صفر المظفر 1439ھ/31 اکتوبر تا 6 نومبر 2017ء

دورِ حاضر کا سب سے بڑا شرک

غیر اللہ کی حاکمیت کا تصور اس دور کا سب سے بڑا شرک ہے۔ بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے۔ اور اسی کی بہترین تعبیر علامہ اقبال نے اس طرح کی ہے۔

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی' باقی بتانِ آزری!

چاہے وہ فردِ واحد ہو' جو فرعون یا نمرود بن گیا ہو اور چاہے وہ حاکمیت جمہور کا تصور ہو۔ یہ بات سمجھانے کے لیے میں نے بارہا یہ تمثیل بیان کی ہے کہ گندگی کی کوئی ٹنوں وزنی گٹھڑی خواہ ایک شخص کے سر پر رکھی ہو اور خواہ اسے تولہ تولہ' ماشہ ماشہ تمام لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے' گندگی تو گندگی رہے گی۔ فرعونیت اور نمرودیت یہ تھی کہ ایک فرد اقتدارِ اعلیٰ کا مدعی تھا۔ فرعون نے کہا تھا: ﴿اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ﴾ (الزخرف:51) ''کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے؟ اور یہ نہریں میرے نیچے (میرے زیرِ انتظام) نہیں بہہ رہی ہیں؟'' یعنی یہ آب پاشی اور آب رسانی کا سارا نظام میرے اختیار میں ہے' جس کو چاہوں پانی دوں' جس کا چاہوں موگہ بند کر دوں۔ یہ تھا فرعون کا دعویٰ جس کو قرآن مجید نے تعبیر کیا کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا ﴿اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی﴾ لیکن یہی معاملہ آج یہ صورت اختیار کر چکا ہے کہ خدائی کا دعویٰ تقسیم ہو گیا ہے' اسے تمام لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ نظری اعتبار سے سب حاکم ہیں۔ عوام کی حاکمیت (Popular Sovereignty) کا یہی مطلب ہے' لیکن جان لیجیے کہ اسلام کے نزدیک حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ﴿لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ آسمانوں اور زمین کی حاکمیت کا حق صرف اُسی کو حاصل ہے اور بالفعل بھی وہی حاکم ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

اس شمارے میں

عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی

ختم نبوت کا منطقی اور لازمی نتیجہ

حالیہ امریکی تعاون، باعثِ مسرت یا باعثِ تشویش؟

مطالعۂ کلام اقبال

کیا ٹیکنوکریٹ گورنمنٹ آخری حل ہے؟

مسلمان کدھر جائے؟

وہ کیسے اعضاء و جوارح ہیں جو اللہ کو نہ پہچانیں!

ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت

کافر قیامت میں اکیلا حاضر ہوگا

سُورۃُ مَریَم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 80 تا 82

وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾

آیت ۸۰ ﴿وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾﴾ ''اور ہم وارث ہوں گے اُس سب کچھ کے جس کا وہ ذکر کر رہا ہے اور وہ آئے گا ہمارے پاس اکیلا ہی۔''

اس کا دُنیوی مال و متاع تو سب ہماری وراثت میں آجائے گا اور جب اسے ہماری عدالت میں پیش ہونے کے لیے لایا جائے گا تو وہ بالکل یکہ و تنہا ہوگا۔ مال و اولاد' خدم و حشم' قوم و قبیلہ' ہم مشرب و حاشیہ نشین وغیرہ میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں ہوگا۔

آیت ۸۱ ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾﴾ ''اور انہوں نے بنا رکھے ہیں اللہ کے سوا دوسرے معبود تا کہ وہ ان کے لیے مددگار بنیں۔''

ان کا خیال ہے کہ ان کے یہ معبود ان کے لیے پشت پناہ ثابت ہوں گے اور انہیں اللہ کے عذاب سے چھڑا لیں گے۔

آیت ۸۲ ﴿كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ﴾ ''ہرگز نہیں! وہ تو ان لوگوں کی عبادت کا انکار کر دیں گے''

یہ مضمون قرآن میں بار بار آیا ہے کہ وہ ہستیاں جنہیں یہ لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے رہے ہوں گے' وہ فرشتے ہوں' اولیاء اللہ ہوں یا انبیاء ہوں' قیامت کے دن وہ سب ایسے مشرکین سے اظہارِ براءت کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ تم لوگ دنیا میں ہماری پرستش کرتے رہے ہو' ہم سے دعائیں مانگتے رہے ہو اور سمجھتے رہے ہو کہ ہم تم لوگوں کو اللہ کے عذاب سے چھڑا لیں گے!

﴿وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾﴾ ''اور (وہاں) وہ ان لوگوں کے مخالف ہو جائیں گے۔''

فرمان نبویؐ

اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جوابدہی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) (رواہ مسلم)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص محافظ اور نگران ہے اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں ہیں۔ تو امیر (یا سربراہ) جو لوگوں کا نگران ہے۔ اس سے اس کے زیرِ نگرانی لوگوں کی بابت پوچھ ہوگی اور ہر شخص اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھ ہوگی اور عورت اپنے خاوند کے گھر پر اور اس کے بچوں پر نگران ہے اور اسے ان کے بارے میں پوچھ ہوگی اور کسی شخص کا خادم اپنے آقا کے مال و اسباب پر نگران ہے اور اسے اس کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ (اس طرح) یاد رکھو! تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم سب سے تمہارے ماتحت لوگوں کے بارے میں پوچھ ہوگی۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عُروۃُ الوُثقٰی

ڈونلڈ ٹرمپ کا سپریم پاور امریکہ کا صدر بن جانا ایک دھماکہ تھا۔ گزشتہ دس ماہ کے حالات کا جائزہ لیں تو اس نتیجہ پر پہنچنا کہ اس دھماکے میں امریکی سی آئی اے نے کلیدی رول ادا کیا تھا۔ یہ کامن سنس کی بات ہے۔ حالات ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں کہ CIA اور پینٹا گون دُنیا کو کس طرف دھکیل رہے ہیں اور یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ یہودی پینٹا گون کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ عالمی سطح کے معاملات کے حل کے حوالے سے یا کسی بھی ہدف کے حاصل کرنے کے معاملے میں ہم نے گزشتہ دو تین دہائیوں میں دیکھا کہ وائٹ ہاؤس اور پینٹا گون میں جزوی یا طریقہ کار کا اختلاف ہو جاتا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ اکثر پینٹا گون کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے باوجود پینٹا گون نے جدوجہد کر کے خالصتاً اپنا بندہ یعنی ڈونلڈ ٹرمپ وائٹ ہاؤس میں لا بٹھایا۔ لہٰذا اب سٹیرنگ CIA اور پینٹا گون کے ہاتھ میں ہے۔ بہرحال وائٹ ہاؤس کی بھی اپنی ایک کمپوزیشن ہے جو وائٹ ہاؤس کے مکین پر کسی نہ کسی درجہ میں اثر انداز ہو جاتی ہے۔ ایک تازہ مثال سے سمجھانے کی کوشش کی جائے تو وہ یہ ہے کہ پاکستان نے کینیڈین فیملی کو اغوا کنندگان سے بازیاب کیا تو صدر ٹرمپ نے فوری ردِعمل کا اظہار کرتے ہوئے پاکستانی فوج کی تعریف کے پل باندھ دیئے اور پاک امریکہ تعلقات کی بہتری کے لیے اسے ایک مثبت اشارہ قرار دے دیا۔ لیکن چند ہی دن بعد CIA کے چیف نے زہر اگلا کہ یہ فیملی تو کئی سال سے فوج کے قبضہ میں تھی اور اس کے لیے کوئی آپریشن نہیں کیا گیا۔ گویا اپنے اس خصوصی بندے کو بھی ایک شٹ اپ کال دی گئی۔ اور اب یہ خبریں بھی آ رہی ہیں کہ CIA کے چیف مائیکل پومپیو کو موجودہ سیکرٹری آف اسٹیٹ ٹیلرسن کی جگہ سیکرٹری آف اسٹیٹ بنا دیا جائے گا۔

چند ہفتے پہلے صدر ٹرمپ نے اپنی افغان پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے پاکستان کو بے نُقط سنائی تھیں جس پر اختلافات اور انتشار میں گھری ہوئی پاکستانی قوم کا بڑا متفقہ ردِعمل آیا تھا کہ ہم ٹرمپ کی بے ہودہ گوئی کو مسترد کرتے ہیں۔ امریکہ کے وزیر خارجہ ٹیلرسن صدر ٹرمپ کی اس پاکستان دشمن پالیسی پر عمل کروانے کے لیے خطہ کے دورہ پر تھے۔ امریکی وزارت خارجہ نے اعلان کیا تھا کہ وہ سعودی عرب، پاکستان اور بھارت جائیں گے لیکن وہ افغانستان بھی تشریف لے گئے اگرچہ اُنہوں نے بگرام کے ہوائی اڈے پر لینڈ کیا، وہاں ہی محصور رہے۔ کابل کی ساری انتظامیہ وہاں ہی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اپنے سپر اور عظیم ہونے کے دعوے داروں نے سیکیورٹی خدشات کی بنیاد پر دورہ کرنے والے ملکوں میں افغانستان کا ذکر سوچ سمجھ کر نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود اُنہوں نے کابل جانے کی جرأت نہ کی۔ بہرحال افغانستان میں بیٹھ کر ہی پاکستان کو للکارا اور یوں گویا ہوئے جیسے کوئی وائسرائے اپنی کالونی کے بارے میں بات کرتا ہے۔ ہم اپنے ملک کی سیاسی اور عسکری قیادت کے بڑے ناقد ہیں لیکن ہم نے یہ حلف بھی اٹھایا ہوا ہے کہ حق کہنے اور حق لکھنے کی اپنی سی کوشش کرتے رہیں گے۔ پاکستان نے پہلی بار اس جرأت کا مظاہرہ کیا کہ امریکی وزیر خارجہ جو پاکستان کو دھمکیاں دیتا ہوا پاکستان پہنچا تھا اُس کا ہوائی اڈے پر بڑی سرد مہری سے

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

10 تا 16 صفر 1439ھ — جلد 26
31 اکتوبر تا 6 نومبر 2017ء — شمارہ 42

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

استقبال کیا گیا۔ وزارت خارجہ کے ایک سرکاری افسر نے امریکی وزیر خارجہ کا استقبال کیا جسے بی بی سی نے بھی cold shoulders reception قرار دیا۔ البتہ اُن کے ساتھ جو اجتماعی میٹنگ ہوئی اُس میں معاملہ بالکل برعکس ہوا۔ امریکی وزیر خارجہ کے سامنے ہمارے وزیر اعظم صاحب جلوہ افروز ہوئے جو موجودہ سفارتی آداب اور پروٹوکول کی خلاف ورزی تھی اور پاکستان کی کمزوری کی نشاندہی کر رہی تھی۔ بہرحال اس پر بھی جو غیر سرکاری طور پر وضاحت سامنے آئی وہ قابل فہم تھی اور وہ یہ کہ اصل مقصد یہ تھا کہ آپ جو پاکستان کی سیاسی اور فوجی قیادت میں دراڑیں اور کشیدگی کا تاثر رکھتے ہیں وہ اندرونی معاملہ ہے بیرونی خطرات میں ہم ایک ہیں اور متحد ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو وضاحت قابل قبول ہے۔

بہرحال جو خطرات درپیش ہیں اُنہیں کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ امریکی وزیر خارجہ بھارت پہنچے تو افغانستان کے صدر اشرف غنی بھی وہاں پہنچ گئے اور پاکستان کا دشمن یہ اتحاد ثلاثہ یعنی امریکہ، بھارت اور افغانستان نے دہلی میں مل بیٹھ کر پاکستان کے خلاف اقدامات کی سوچ و بچار کی ہوگی اور شاید وہ کسی حتمی فیصلے پر پہنچ گئے ہوں۔ بہرحال پاکستان کو اس سہ فریقی اتحاد کا مقابلہ کرنے کا چیلنج درپیش ہے۔ اور پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ اُسے سیاسی عدم استحکام اور معاشی دیوالیہ پن کا سامنا ہے۔ سیاسی بحران کسی قدر ختم ہوتا نظر آتا ہے کہ مسلم لیگ (ن) میں وہ لوگ غالب ہوتے نظر آ رہے ہیں جو نواز شریف اور مریم نواز کی اداروں سے تصادم کی پالیسی کو خلاف مصلحت ہی نہیں، ملکی سلامتی کے حوالے سے خطرناک بھی سمجھتے ہیں۔ البتہ معاشی صورتِ حال روز بروز دگرگوں ہوتی نظر آ رہی ہے اگر ہم نے ایک بار پھر کشکول لے کر عالمی اقتصادی اداروں کے در پر حاضری دینی ہے تو وہاں امریکہ کی رضامندی حاصل کیے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ امریکہ صورت حال کو مزید بگاڑنے کے لیے کوئی عذر تراش کر کے کچھ اقتصادی پابندیاں لگا سکتا ہے۔ عالمی سطح پر نہ سہی امریکہ یورپ اور مشرق وسطیٰ میں پاکستان سے امتیازی سلوک کر سکتا ہے۔ پاکستانی جو غیر ممالک میں محنت مزدوری کرتے ہیں وہ اس وقت پاکستان میں زرمبادلہ لانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ اُنہیں وہاں سے واپس دھکیلا جا سکتا ہے۔ P.I.A جو پہلے ہی ڈوب رہی ہے اُس پر بھی پابندیاں لگ سکتی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہم اپنی قیادت خصوصاً عسکری قیادت کو چیخ چیخ کر کہے دیتے ہیں کہ اب غلطی کی قطعی طور پر کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب اُس سرنڈر کا اگر دسواں حصہ بھی کیا گیا جو مشرف نے بھیانک غلطی کا ارتکاب کرتے ہوئے کیا تھا تو پھر سمجھ لیجئے کہ ہم خودکشی کا ارتکاب کریں گے۔ اقتصادی میدان میں ہمیں بہت تکلیفیں اور پریشانیاں آئیں گی لیکن اب ہمیں صحیح معنوں میں گھاس کھا کر قومی سلامتی کا تحفظ کرنا ہوگا۔ منہ کھائے اور آنکھ شرمائے تو عام حالات میں ایک ضرب المثل ہے۔ اب اگر ہم نے امریکہ کا دیا ہوا کھایا تو منہ کے بل گریں گے اور اٹھنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ ہم پہلے ہی جو نظریاتی یوٹرن لے چکے ہیں اس نے ہمیں جغرافیائی لحاظ سے تباہی کے گڑھے کے کنارے پر پہنچایا ہوا ہے۔ اگر ڈالروں کی کسی مزید کھیپ نے ہماری آنکھیں چندھیا دیں تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ہم جغرافیائی لحاظ سے بھی پاش پاش ہوجائیں گے اور یہ جو بی جے پی کے ایک لیڈر نے کہا ہے کہ ہم نے پہلے پاکستان کے دو ٹکڑے کیے تھے اب چار کریں گے اور غالباً اُس نے اس کے لیے مارچ، اپریل 2018ء کی ڈیٹ بھی تھی۔ وہ کوئی ہوائی بات نہیں تھی جو کچھ اب تینوں ممالک کے لیڈروں نے باہم مل کر کھسر پھسر کی ہے۔ ان ممالک کی خفیہ ایجنسیاں اس حوالے سے ہوم ورک کر چکی ہوں گی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ کہنا بہت آسان ہے کہ گھاس کھا کر گزارہ کر لیں، عملاً بہت مشکل ہے اور یہ کام ساری قوم نے مل کر بحیثیت مجموعی کرنا ہوتا ہے۔ ماضی میں اگرچہ قوموں نے یہ کر کے دکھایا ہے۔ اس کے لیے جذبے کی بلکہ زبردست جذبے کی ضرورت ہے۔ دو قسم کے جذبے کار فرما ہوں تو قومیں جان پر کھیل کر یہ کام کر گزرتی ہیں (1) جذبہ قومیت (2) جذبہ ایمانی۔ جذبہ قومیت سے سرشار ہو کر پاکستانی قوم کوئی کارنامہ کر دکھائے یہ ایسے ہی ہے جیسے گھوڑے کو کہا جائے کہ گوشت کھائے یا شیر کو کہا جائے کہ گھاس کھائے اس لیے کہ پاکستانیوں کی شریانوں میں جو خون دوڑ رہا ہے اور جس شے سے اُن کا گوشت پوست وجود میں آیا ہے وہ ہے قومیت کی نفی۔ تحریک پاکستان قومیت کی نفی کی تحریک تھی۔ لہٰذا جذبہ ایمانی کے سوا کسی اور حوالے سے سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ یہ قوم اُٹھ کھڑی ہو اور بھوکے پیٹ اپنی منزل کی راہ میں حائل رکاوٹوں سے ٹکرا جائے۔ فی الحال اس ایمان کی شدید کمی ہے۔ الا ماشاءاللہ۔ ایمان قرآن سے پیدا ہوگا۔ ایمان اتباع سنت سے پیدا ہوگا۔ ایمان صالحین کی صحبت سے پیدا ہوگا۔ آج ہمیں اپنی آخرت ہی نہیں اپنی دنیا بچانے کے لیے بھی مضبوط ایمان کی ضرورت ہے۔ یہ ایمان روحانی قوت پیدا کرے گا۔ جو نحیف و نزار جسم کو بھی ناقابل شکست بنا دے گا اور ہماری سلامتی کو ایسا محفوظ و مامون کر دے گا جو آج ناقابل یقین محسوس ہوتا ہے۔ مایوس کرنے والوں سے بچ کر رہیں، مایوسی کفر ہے۔ امریکہ یقیناً اس دنیا کی ایک عظیم قوت ہے لیکن اللہ رب العالمین کی قوت کے سامنے امریکہ ہی کی نہیں ہر ماسوا کی طاقت ہیچ ہے۔ بلکہ قابل ذکر بھی نہیں۔ لہٰذا اللہ رب العزت کا دامن تھام کر دنیا کی ہر قوت سے ٹکرایا جا سکتا ہے، اُسے شکست دی جا سکتی ہے، وہی حقیقی غالب قوت ہے۔ اُس کی ذات سے چمٹ جانا عروۃ الوثقیٰ تھام لینا ہے۔

☆☆☆☆

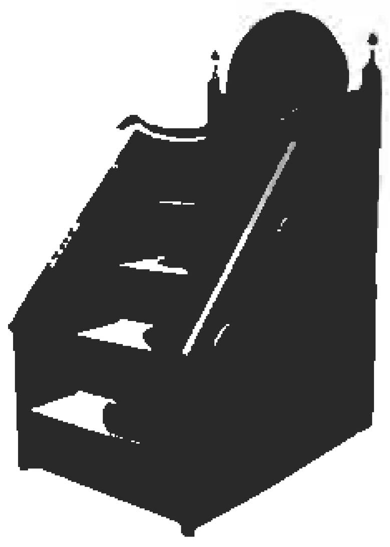

ختم نبوت کا منطقی اور لازمی نتیجہ

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 20 اکتوبر 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراهیم

محترم قارئین! آج عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت کے حوالے سے کچھ گزارشات ان شاء اللہ ہم پیش کریں گے۔ یہ موضوع ہمارے ہاں تفصیل سے بیان نہیں ہوتا، بس تذکرہ ہو جاتا ہے کہ ختم نبوت پر ایمان ضروری ہے، اس کی بڑی اہمیت ہے، جو اس کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے وغیرہ۔ لیکن ختم نبوت کا تصور کیا ہے، اس سے مُراد کیا ہے؟ اس حوالے سے حقیقی آگاہی نہیں دی جاتی۔ حالیہ دنوں میں حکومتی سطح پر اسلام دشمن قوتوں کو راضی کرنے کی ایک کوشش کی گئی جس میں ایک آئینی شق میں تبدیلی کر کے اُس حلف نامہ کو نکالا گیا جو قادیانیوں کو الگ کرتا ہے۔ اس عمل کی ہر سطح پر مذمت کی گئی جس کے بعد اس ترمیم کو واپس لے لیا گیا لیکن عقیدۂ ختم نبوت کو ہمیں اپنی جگہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ ہے کیا؟ اس حوالے سے قادیانی عام لوگوں کو دھوکہ دے دیتے ہیں کہ دیکھیے! ہم بھی تو حضور ﷺ کو رسول مانتے ہیں، ہم قرآن مجید کو اللہ کی کتاب سمجھتے ہیں، ہم بھی نماز پڑھتے ہیں اور مسجدیں بھی بناتے ہیں۔ چنانچہ عام آدمی یہ سمجھ کر ان کے جال میں پھنس جاتا ہے کہ یہ تو ہمارے بہت قریب ہیں، کہ شاید ایک غلطی ان سے ہو گئی کہ انہوں نے غلام احمد قادیانی کو نبی مان لیا لیکن باقی ہر اعتبار سے یہ مسلمان ہیں یعنی کوئی بڑا فرق محسوس نہیں ہوتا۔ لیکن حقیقت میں یہ بہت بڑا جال ہے۔ لہٰذا اس کو زیادہ توجہ کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ عقیدہ کیا ہے اور اس کی اتنی اہمیت کیوں ہے؟

ختم نبوت کا عام مطلب یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ ہو گیا۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ﴾ (الاحزاب:40) ”(دیکھو!) محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔“

ہمارے ہاں شرف کے حوالے سے یہ چیز بڑی اہمیت کی حامل سمجھی جاتی ہے کہ کسی کے بیٹے کتنے ہیں۔ گویا جس کے جتنے بیٹے ہوں گے وہ اتنا ہی شرف و مقام و مرتبے والا ہو گا۔ عربوں میں بھی یہ تصور عام تھا اور وہ اس حوالے سے آپؐ پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ لہٰذا یہاں ایک تو یہ صاف صاف بتا دیا گیا کہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے بھی مکہ میں جو آپ ﷺ کی نرینہ اولاد تھی جن میں ایک سے زیادہ بیٹے تھے وہ بچپن میں ہی اللہ تعالیٰ نے اُٹھا لیے۔ اس کے بعد مدنی دور میں بھی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جو بیٹا تولد ہوا تھا، آپؐ نے اس کا نام ابراہیم رکھا تھا، اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بات قرآن مجید میں طے کر دی عملاً بھی اس کا ظہور سامنے آ گیا۔ دوسری چیز جو یہاں بتائی گئی وہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو جو مقام و مرتبہ عطا کیا ہے وہ ان سب چیزوں سے ماوراء ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے نمائندے اور رسول بن کر آئے ہیں اور نہ صرف اللہ کے رسول ہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں۔ چنانچہ یہ دوٹوک بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ آخری نبی اور آخری رسول ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی اور کوئی رسول نہیں آئے گا۔ اس کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اب جو بھی بعد میں کسی نبی کو مانے گا وہ گویا آنحضور ﷺ کی رسالت کا انکار کر رہا ہے۔ اصل میں عام طور پر لوگوں کے سامنے یہ چیز نہیں ہوتی کہ نبوت و رسالت کا صرف خاتمہ نہیں ہوا بلکہ اس کی تکمیل ہوئی ہے۔ اس لیے اب جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے، دجال ہے، کذاب ہے اور جو ایسے جھوٹے نبی کی تصدیق کرے گا وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے، اسلام کا باغی ہے۔ اس سلسلے میں متعدد احادیث بیان ہوئی ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ: ”میری اُمت میں تیس افراد ایسے اُٹھیں گے جو کذاب (انتہائی جھوٹے) ہوں گے‘ ان میں سے ہر شخص اپنے بارے میں یہ گمان کرتا ہو گا کہ وہ نبی ہے‘ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں‘ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔“ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)۔ اسی طرح ایک اور روایت میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ: ”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک تیس کے قریب ایسے افراد نہ اٹھا دیے جائیں جو دجال ہوں گے‘ کذاب ہوں گے‘ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے“۔ (متفق علیہ)

آپ کو معلوم ہو گا کہ حضور ﷺ کے وصال کے فوراً بعد مدعیان نبوت سامنے آ گئے تھے جیسے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، اس کے علاوہ ایک خاتون بھی نبوت کی دعوے دار بن کر کھڑی ہو گئی تھی۔ بعد میں اس خاتون کا جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب سے نکاح بھی ہو گیا۔ جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میرے بعد ایسا ہو گا کہ تیس تک ایسے کذاب آئیں گے جو جھوٹی نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی انہی میں سے ایک ہے۔ ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ: ”قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک کہ تیس دجال ظاہر نہ ہو جائیں‘ جن میں سے ہر شخص یہ کہے گا اور سمجھے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔“ (سنن ابی داؤد)

دجل کہتے ہیں فریب اور جھوٹ کو اور دجال کا

مطلب ہے جھوٹا، مکار اور فریبی۔ یہ احادیث واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ اب جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ اسلام سے باہر ہے اور جو اس جھوٹے نبی کی نبوت کو تسلیم کرے گا وہ بھی اسلام سے خارج ہے۔ وہ آنحضورﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کا منکر ہے اور جو مقام اللہ تعالیٰ نے آنحضورﷺ کو دیا ہے وہ اس مقام کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے بلکہ وہ اُس مقام کو کسی اور کے لیے مخصوص کرنا چاہتا ہے۔ یہ اتنا بڑا فتنہ ہے کہ آنحضورﷺ کے وصال کے بعد پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سب سے زیادہ توجہ اسی فتنہ کی سرکوبی پر مرکوز رکھی۔ آنحضورﷺ کی زندگی میں ہی اگرچہ جزیرہ نمائے عرب پر اللہ کا دین غالب وقائم ہو گیا تھا، لیکن بہت سارے لوگ ایسے بھی تھے جو اسلام کو غالب ہوتے دیکھ کر مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو گئے اور بہت سے وہ تھے جو مخالفین میں سے تھے لیکن اسلام کا غلبہ اور قوت دیکھ کر دبک گئے تھے۔ لیکن جب آنحضورﷺ کا وصال ہوا تو یہ دوبارہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان میں سے کچھ جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ مل گئے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جن کا امت میں سب سے اونچا مقام ہے انہوں نے سب سے پہلے اس ایشو کو ایڈریس کیا کہ مدعیان نبوت کے خلاف جہاد کا باقاعدہ اعلان کیا اور ایک دو نہیں بلکہ کتنے ہی معرکے ہوئے۔ یہاں تک کہ ان معرکوں میں 1200 صحابہؓ شہید ہوئے حالانکہ حضورﷺ کی زندگی میں جتنے بھی معرکہ ہوئے حتیٰ کہ جب آپﷺ کا وصال ہوا تو اس وقت بھی جیش اُسامہ تیار تھا لیکن ان تمام غزوات میں صرف 259 صحابہؓ شہید ہوئے۔ اس سے آپ اندازہ کر لیجیے کہ حضرت ابوبکرؓ پر کتنی اہم ذمہ داری تھی۔ انہوں نے ان فتنوں کے خاتمے کو ہی ترجیح اول بنایا اور اپنے پورے اڑھائی سالہ دور خلافت میں انہیں کے خلاف مسلسل جہاد کیا تب جا کر اللہ کا دین مستحکم ہو سکا۔ ورنہ وہ اسی وقت بکھر جاتا۔

یہ ختم نبوت کا مسئلہ اتنا سادہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ جھوٹے مدعیان نبوت کی آڑ میں ساری اسلام مخالف قوتیں دین حق کو مٹانے کے لیے دوبارہ صف آرا ہو گئی تھیں۔ لہٰذا نبی اکرمﷺ کے لائے ہوئے عظیم انقلاب کو مستحکم کرنے میں سب سے اہم کردار حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہے۔

چنانچہ ختم نبوت کا ایک پہلو یہ ہے کہ آنحضورﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ اللہ کا فیصلہ قرآن میں بھی ہے، احادیث میں بھی بیان ہوا اور صحابہؓ نے اس کو جس مضبوطی سے سمجھا اور اس کے حوالے سے جو استقامت دکھائی تھی جس کے نتیجے میں اسلام مستحکم ہوا وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔

ختم نبوت کا ایک اور مفہوم بھی ہے اور وہ اسی کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ یعنی حضرت آدمؑ سے نبوت کا آغاز ہوا، پھر نبی اور رسول آتے گئے، ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب نبی آئے اور تین سو تیرا کے قریب رسول مبعوث ہوئے اور آنحضورﷺ پر آ کر یہ سلسلہ روک دیا گیا۔ اس سے ایک تاثر یہ ملتا ہے کہ شاید ایک چشمہ فیض جاری تھا، ایک خیر کا معاملہ چل رہا تھا اور اللہ نے روک دیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کا اعلان اس وقت کیا کہ جب نبوت و رسالت اپنے نقطہ کمال کو پہنچ چکی تھی اور اس سے آگے کوئی مقام تھا ہی نہیں۔ آپ سید الاولین والآخرین ہیں، سید المرسلین ہیں۔ اشرف المخلوقات انسان ہے اور حضورﷺ کا مقام نہ صرف انسانوں میں سب سے اونچا ہے بلکہ تمام مخلوقات میں سب سے اونچا ہے۔ انسان کا بھی ارتقاء ہوتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ نبوت و رسالت نے بھی ارتقائی سفر طے کیا۔ یعنی وقت کے ساتھ ساتھ انسان کو ضروری ہدایات ملتی گئیں، یہاں تک کہ بڑی بڑی سٹیٹس وجود میں آ گئیں، بڑی بڑی عالمی قوتیں وجود میں آ گئیں۔ جیسے رومن ایمپائر، پرشین ایمپائر۔ چنانچہ انسانی تمدن کے ارتقاء کے حوالے سے جس highest level تک پہنچ سکتا تھا وہ پہنچ گیا تب اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل ہدایت بھی دے دی گئی۔

چنانچہ اس ضمن میں قرآن مجید کی وہ آیت بڑی اہم ہے کہ:

﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ﴾ (المائدہ:3)

’’آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اِتمام فرما دیا ہے اپنی نعمت کا اور تمہارے لیے میں نے پسند کر لیا ہے اسلام کو بحیثیت دین کے۔‘‘

پریس ریلیز 27 اکتوبر 2017ء

اگر ہم کائنات کی حقیقی غالب قوت کا دامن تھام لیں تو کوئی دنیوی طاقت ہمیں خوفزدہ نہیں کر سکتی

اسلامی جماعتیں پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنے کے لیے انتخابات کا راستہ چھوڑ کر تحریک کا راستہ اختیار کریں

پاکستان میں اسلامی نظام ایک منظم تحریک سے ہی نافذ کیا جا سکتا ہے

حافظ عاکف سعید

اگر ہم کائنات کی حقیقی غالب قوت کا دامن تھام لیں تو کوئی دنیوی طاقت ہمیں خوفزدہ نہیں کر سکتی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک عرصہ سے پاکستان اور امریکہ کا برابری کی بنیاد پر دوستی کی بجائے آقا اور غلام کا تعلق رہا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس مرتبہ امریکی وزیر خارجہ کی پاکستان آمد پر ہم نے حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ سیاسی عدم استحکام اور معاشی بدحالی پاکستان کے باوقار اور آزاد مملکت بننے کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اگر ہم اللہ کا دامن تھام لیں تو تمام دنیوی قوتیں زیر ہو جائیں گی۔

KPK میں انتخابات کے نتائج اور اسلامی جماعتوں کے ایک مرتبہ پھر بُری طرح شکست کھا جانے پر تبصرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ اگر اسلامی جماعتیں پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنے میں مخلص ہیں تو وہ انتخابات کا راستہ چھوڑ کر تحریک کا راستہ اختیار کریں۔ عقیدہ ختم نبوت پر حکومت کی پسپائی نے ایک بار پھر ہمارے اس موقف کی تصدیق کر دی ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام صرف ایک منظم اور پُرامن تحریک سے ہی نافذ کیا جا سکتا ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

ختم نبوت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ نبوت و رسالت کے اپنے نکتہ کمال کو پہنچنے پر اس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ تبھی قرآن کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ نے لے لیا۔ اس سے پہلے بھی اللہ نے اپنے رسولوں پر ہی کتابیں نازل کی تھیں لیکن کسی کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے نہیں لیا۔ اس لیے کہ وہ کتابیں معین وقت کے لیے اور معین قوم کے لیے تھیں جبکہ اب اسلام کو اللہ نے قیامت تک کے لیے پوری انسانیت کے لیے دین مقرر کر دیا۔

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ قف﴾ ”یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔“ (آل عمران:19)

اب کوئی اور دین (نظام) اللہ کو قابل قبول نہیں ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو یہود نے حسرت سے کہا تھا کہ کاش! ایسی آیت ہمیں عطا ہوتی تو ہم اس کے یوم نزول کو اپنا قومی جشن قرار دیتے۔ کیونکہ یہ آخری اور مکمل ہدایت جو اللہ نے عطا کر دی، وہ قیامت تک کے لیے ہے۔ نبی اور رسول ہمیشہ دو چیزیں لے کر آتے تھے:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج﴾ (الحدید:25)

”ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔“

یہ دو چیزیں اللہ کی طرف سے آتی تھیں۔ ان میں سے کتاب کا اصل ہدف یہ ہے کہ انسان کو دنیا کی اس آزمائش میں ایک گائیڈ لائن مہیا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے:

﴿نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط﴾ ”جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔“ (الملک:2)

اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے جو ہمیشہ کے لیے ہے۔ لہٰذا دنیا کی اس آزمائش کے نتیجے میں ابدالآباد تک کے لیے یا تو جنت ہے یا جہنم ہے۔ اس لحاظ سے دنیا کا یہ امتحان اتنا کڑا اور اتنا سنگین ہے کہ اس سے بڑا امتحان کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا اس میں ناکامی سے بچنے کے لیے ہمیں راہنمائی کی ضرورت ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کتاب نازل کی تاکہ ہم اس سے راہنمائی حاصل کر کے دنیا میں ایسی زندگی گزاریں کہ آخرت میں جہنم سے بچ کر جنت تک پہنچ سکیں۔ یہ ہر انسان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ لہٰذا انسانیت کے لیے نبوت سے بڑی رحمت اور نعمت کوئی ہو ہی نہیں سکتی کہ اس سے انسان کو راستہ اور راہنمائی ملتی ہے۔

دوسری چیز جو اللہ نے اپنے رسولوں کو دی وہ ہے میزان یعنی نظام۔ دنیا کی اس آزمائش میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ نوع انسانی کو ایک ایسا نظام دیا جائے کہ جس میں عدل وانصاف ہو، لوگوں کو ان کے حقوق ملیں اور دنیا میں ایک ایسا سازگار ماحول ہو جس میں وہ خیریت سے اپنا امتحان پاس کر کے آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔ ورنہ اگر بے انصافی ہوگی تو بیچارے اپنے چکروں میں ہی پڑے رہیں گے۔ ایک بہت بڑی تعداد کو دو وقت کی روٹی بھی نہیں ملے گی۔ جیسے آج بہت بڑی تعداد وہ ہے جو بنیادی ضروریات سے محروم ہے اور وہ جانوروں کے لیول پر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ آج کا سارا نظام مکمل طور پر استحصالی نظام ہے۔ آج دنیا سرمایہ داروں کی جنت ہے کیونکہ یہ سودی نظام سرمایہ دار کو سپورٹ کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں پھر کبھی occupy wall street جیسی تحریکیں اٹھتی ہیں جن کو کچل دیا جاتا ہے۔ یہ ظلم، جبر اور استحصال اسی وجہ سے ہے کہ یہ انسان کا اپنا بنایا ہوا نظام ہے اور جو بھی انسان کوئی نظام بنائے گا تو وہ اپنے مفادات کو ترجیح دے گا۔ بادشاہ اگر نظام بنائے گا تو وہ اپنی بادشاہت کو تقویت دے گا۔ سرمایہ دار اگر نظام بنائے گا تو وہ سرمائے کو تحفظ دے گا اسے مزدور کی کوئی پروا نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر مرد نظام بنائے گا تو وہ عورت کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے گا۔ عورت اگر نظام بنائے گی تو وہ مرد کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے گی۔ اقبال کا بڑا پیارا شعر ہے کہ؎

زمام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا
طریق کوہ کن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی!

یعنی اگر مزدور کے ہاتھ میں نظام دے دیا جائے تو کیا وہ دوسروں سے انصاف کرے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ دوسرے طبقوں کو ذلیل کرے گا۔ انصاف صرف وہ دے سکتا ہے جو سب کا مالک ہے۔ جس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو انسان کی نفسیات کو انسان سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔ وہی انسانوں کے لیے سب سے زیادہ اعتدال والا اور عدل وانصاف والا نظام دے سکتا ہے۔ جس میں انسان کی انسانیت بروئے کار آئے گی اور حیوانیت اور بہیمیت کو دبانے کے لیے وہ نظام موثر ہوگا تاکہ لوگوں کو اصل امتحان میں کامیابی کے لیے دنیا میں بھی سازگار فضا مل سکے۔ ایسا نظام ہمیشہ اللہ کی طرف سے میزان کی شکل میں یا دین حق کی شکل میں آتا ہے جو اپنی آخری اور تکمیل شدہ شکل میں حضور ﷺ کو دے دیا گیا۔ اس میں بتا دیا گیا کہ معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظام کیا ہوگا، اوامر و نواہی کیا ہیں، کیا صحیح ہے کیا غلط ہے، معاشرے میں کن چیزوں کی اجازت ہے کن کی نہیں ہے۔ یہ اسی نظام کی ایک شکل تھی جو بعد میں دور خلافت راشدہ میں سامنے آئی۔ معلوم ہوا کہ اس سے بہتر نظام کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

چنانچہ ختم نبوت اس وقت ہوا جب ہر اعتبار سے ہدایت کی تکمیل ہوگئی۔ یعنی دنیوی اعتبار سے بھی اور اُخروی اعتبار سے بھی۔ اب اس سے آگے کوئی مقام تھا ہی نہیں جو آپ ﷺ کو مل گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ اختیار اللہ کا تھا کسی کو پسند ہو یا نہ ہو۔ سب سے زیادہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کا مستحق تھا۔ اللہ نے اسی کو یہ شرف دے دیا۔ لہٰذا اب نئی نبوت کا مطلب اس سارے تصور دین کی مکمل نفی کرنا ہے جس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جس طرح مدعیان نبوت کے تدارک کے لیے اپنی جانیں دی ہیں اور اس کو اہم ترین معاملہ سمجھ کر tackle کیا ہے، اس سے ختم نبوت کی اہمیت کا اندازہ ہونا چاہیے۔

پہلے انبیاء ورسل آ کر لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچایا کرتے تھے، گلی گلی دعوت لے کر جایا کرتے تھے۔ مگر اب چونکہ کوئی نبی نہیں آئے گا تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اب انسانوں کو ہدایت کی ضرورت نہیں رہی؟ بلکہ اب تو انسانوں کو پہلے سے کہیں زیادہ ہدایت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ختم نبوت کا لازمی منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اب پیغام رسالت کو پوری دنیا تک پہنچانا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اسی نسبت سے مسلمانوں کو خیر الامت کہا گیا:

﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ﴾ ”تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے۔“ (آل عمران:110)

ہمیں یہ تو یاد رہتا ہے کہ ہم بہترین اُمت ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ اس کے لیے ہم پر کتنی بڑی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم یہ کام نہیں کرتے تو ہمارے لیے دنیا میں بھی عذاب ہے اور آخرت میں بھی عذاب ہے۔

آج دنیا بھر میں مسلمانوں پر جو عذاب مسلط ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم اس اہم ذمہ داری کو بھول چکے ہیں۔ سورۃ الحج کے آخری رکوع کے آغاز میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ رسالت کی اہمیت ونوعیت کیا ہوتی ہے:

﴿اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ط﴾ ”اللہ چن لیتا ہے اپنے پیغامبر فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی۔“ (آیت:75)

فرشتوں میں سے جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ وحی لاتے رہے اور انسانوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے وحی شروع ہوئی

اور آنحضورﷺ پر وحی کا اختتام ہوا۔ یہ سلسلہ رسالت اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے قائم کیا تھا۔ اسی رکوع میں آگے فرمایا:

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾

”اور جہاد کرو اللہ کے لیے جیسا کہ اُس کے لیے جہاد کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں چُن لیا ہے“ (آیت:78)

یعنی اب کمر کس لو، محنت کرنی پڑے گی، قربانیاں دینی پڑیں گی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اب اس منصب کے لیے تمہیں چُن لیا ہے۔ پوری امت کی ذمہ داری ہے کہ جو کام رسول پہلے کرتے تھے اب وہی کام یہ امت کرے گی۔ صحابہ کرامؓ جب اس مشن پر نکلے تھے تو دیکھتے ہی دیکھتے بہت بڑے رقبے پر اللہ کا دین قائم اور غالب ہو گیا اور اس نظام کی برکات کو دیکھ کر کروڑوں لوگ چند سالوں میں مسلمان ہو گئے۔ ختم نبوت کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اب ہمیں وہی کام سنبھالنا ہوگا۔ جیسے اقبال نے کہا تھا کہ ؎

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

بدقسمتی سے اس سبق کو آج ہم بالکل ہی بھولے بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم عطا فرمائے، دین کا صحیح تصور ہمارے ذہنوں میں جاگزیں فرمائے اور ہمیں ہماری دینی ذمہ داریوں کو بھی ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

حالات حاضرہ

حالیہ امریکی تعاون، باعثِ مسرت یا باعثِ تشویش؟

محترم حافظ عاکف سعید

اس وقت پاکستان اور افغانستان کا جو معاملہ چل رہا ہے، وہ صدر ٹرمپ کی اس معاملے میں دلچسپی کا مظہر ہے۔ پہلے تو بہت کچھ دعوے کیے جاتے تھے کہ امریکہ یہاں افغان عوام کے لیے آیا ہے۔ ان پر جبری طور پر شریعت مسلط کر دی گئی تھی جس سے ہم انہیں آزادی دلانے آئے ہیں اور ان کے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں وغیرہ۔ اب ان کا کہنا ہے کہ ہمیں صرف اور صرف فتح چاہیے۔ ہماری ناک بہت رگڑی گئی۔ اب اگر سیدھی انگلیوں سے کام نہیں بنتا تو ہم ٹیڑھی انگلی استعمال کر کے طالبان کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ بہر حال امریکہ جو کچھ بھی چاہتا ہو، طالبان کے ساتھ رب کائنات کی نصرت ہے، امریکہ اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ان شاء اللہ العزیز۔

دوسری طرف ایک بار پھر ہماری گردن مروڑی جا رہی ہے۔ لیکن اسی تناظر میں ایک عجیب معاملہ سامنے آیا کہ بظاہر امریکہ نے ہمارے ساتھ حال ہی میں غیر معمولی تعاون بھی کیا ہے۔ پاک افغان بارڈر پر ٹی ٹی پی کے دہشت گرد عناصر پر اس نے حملہ کیا ہے جن کے بارے میں ہماری حکومت کہتی رہی ہے کہ وہ وہاں پر چھپے ہوئے ہیں اور ان کے خاتمے کے لیے امریکہ کو ہماری مدد کرنی چاہیے جس کی اب تک کوئی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔ پتہ نہیں اس پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے یا تشویش کا۔ ہمارے نزدیک یہ بھی درحقیقت تشویش کی بات ہے۔ امریکہ جس کا خمیر ہی اسلام دشمنی پر مبنی ہے، اور جس نے ہمیشہ پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کے ہاتھ ہی مضبوط کیے ہیں۔ اس کا ایسا کام انجام دینا جو پاکستانی فوج کے نقطۂ نظر سے ملک کے لیے مفید ہے اور جس کی وجہ سے عوام دہشت گردی سے محفوظ ہوتے ہوں، ٹرمپ جیسی اسلام اور پاکستان دشمن حکومت کے دور میں، عام آدمی کے ذہن میں بہت سارے سوالات پیدا کرتا ہے۔ وہ جو مشہور محاورہ ہے کہ بنئے کا بیٹا کچھ دیکھ کر ہی گرتا ہے۔ امریکہ کے کچھ مفادات ہیں جن کے پیش نظر اس نے یہ تعاون کیا ہے۔ بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے۔ اندیشہ ہے کہ اب اس کے مطالبات اور بڑھ جائیں گے۔ اس کا دباؤ برداشت کرنے کی ہم پہلے ہی سکت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ امریکہ کے عزائم بد سے ہماری حفاظت فرمائے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پاکستان افغانستان میں امریکہ کی مدد کی جانب گامزن ہے؟ ہمیں استعمال تو کیا جائے گا جیسے کہ ہم ماضی میں بھی استعمال کیے جاتے رہے ہیں۔ یہ بہت سنگین نوعیت کے جواب طلب سوالات ہیں۔ بظاہر تو یہ بہت اچھی بات ہے کہ امریکہ نے ہمارا دیرینہ مطالبہ مان لیا لیکن درپردہ یہی بات ہمارے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی ہے اور لگتا ہے کہ ہمارا مزید امتحان ہونے والا ہے۔ ہمیں کس کا ساتھ دینا ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قوم کی بہتری کے لیے فرمائے گا۔ گو کہ اس وقت ہمارا مستقبل ہمارے حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ نہ کرے کہ ہم وہ کام کریں جو اسلام دشمن قوتیں چاہتی ہیں۔

پاکستان کی معاشی حالت بھی بہت دگرگوں ہے۔ یہ بات آج کل زباں زد خاص و عام ہے۔ گو کہ حکومت ایک جانب اس کی تردید کرتی ہے جبکہ دوسری طرف ضروری اشیاء پر ٹیکس لگا کر وہ عوام کے مصائب میں اضافہ کر رہی ہے۔ سامان تعیش کی درآمد کی حوصلہ شکنی مطلوب ہے لیکن بنیادی ضروریات کو مہنگا کر کے عوام دشمنی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اور پھر یہ کہا جا رہا ہے کہ اس سے غریب آدمی متاثر نہیں ہوگا۔ اسے ایک سنگین مذاق کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ بہر حال حکومت پر تنقید کی جائے یا نہیں، مجموعی طور پر میں پھر وہی بات یاد دلاؤں گا کہ ان حالات کی ذمہ دار پوری قوم ہے۔ جیسے ہم ہیں ویسے ہی حکمران ہم پر مسلط ہیں۔ ہمارے ہاں کون سا ایسا طبقہ ہے جس نے دیانت داری کے ساتھ اپنی ذمہ داری ادا کی ہو؟ چاہے وہ حکومت ہو یا اس کے مختلف ادارے کیا وہ لوگوں کو انصاف فراہم کر رہے ہیں؟ جس کسی کو موقع ملتا ہے، وہ داؤ لگانے سے گریز نہیں کرتا۔ الا ماشاء اللہ۔ مختلف مسالک کے دینی طبقوں کا رول کیا رہا ہے؟ سب ظاہر و باہر ہے۔ ویسے تو بڑی بڑی تحریکیں چلانے کو ہمیشہ آمادہ رہتی ہیں لیکن اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لیے تحریک چلانے کو تیار نہیں۔ ان سب کو صرف انتخابی سیاست کا راستہ نظر آتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ہماری سیاست کا کیا حال ہے؟ آج تک انہیں اس میدان میں کیا حاصل ہوا ہے؟ ان کا حال تو یہ ہے کہ ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد۔ یہ ہمارے قومی جرائم ہیں۔ کچھ افراد تو ہر جگہ مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ جزا عطا فرما دیتا ہے۔ لیکن قوموں کے مجموعی کرتوتوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ فیصلے فرماتا ہے۔ سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ بچو اس فتنے سے جو اگر نازل ہوگا تو صرف ظالموں ہی کو نہیں بلکہ سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عذاب سے محفوظ فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! ☆☆

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ 7

30 لَا و اِلَّا ساز و برگِ اُمّتاں — نفی بے اثبات مرگِ اُمّتاں

'لَا' اور 'اِلَّا' ہی انسانی اجتماعیت (اُمت) کا ساز و سامان اور زادِ راہ ہے اور نفی کر کے اثبات نہ کرنا انسانی اجتماعی ضمیر کی موت ہے

31 در محبّت پختہ کے گردد خلیل — تا نگردد لَا سوئے اِلَّا دلیل

کوئی انسان اللہ کا 'خلیل' کیسے بن سکتا ہے جب تک اس کا شعور نعرۂ 'لَا' سے 'اِلَّا' کی طرف رہنمائی نہ کرے

32 اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن — نعرۂ لَا پیش نمرودے بزن

(اے مسلمان علماء وصوفیاء و دانشوران!) اپنی جگہ پر باتیں بناتے ہو (اور بلند دعوے کرتے ہو) اُٹھو اور نمرودوں کے خلاف (حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح) نعرۂ 'لَا' (لاسلطان، لاملوک اور لا اِلٰہ) بلند کرو

33 ایں کہ می بینی نیرزد با دو جو — از جلالِ لا اِلٰہ آگاہ شو

یہ جو کچھ تو دیکھتا ہے اس کی قیمت دو جو کے برابر بھی نہیں تو لا اِلٰہ کے جلال سے آگاہ ہوجا

34 ہر کہ اندر دستِ او شمشیرِ لَا ست — جملہ موجودات را فرماں روا ست

(درحقیقت) جس کسی کے ہاتھ میں 'لاَ' کی تلوار ہے وہ (ہی) ساری موجودات (روئے ارضی) کا فرمانروا (بننے اور رہنے کے لائق) ہے

30۔ 'لاَ' اور 'اِلاَّ' ہی انسانی اجتماعیت کے لیے فکری سطح پر آگے بڑھنے کا ساز وسامان ہے اور یہی 'متاع' ہی زادِ راہ ہے۔ نفی کر کے کسی ملک میں افراتفری پھیلانا لیکن اس کے ساتھ اِلا کی نوید نہ سنانا گویا زندگی میں آگے کی طرف حرکت اور اجتماعی سفر کے آگے بند باندھ دینا ہے اور سفر حیات کو جبری روکنے والی بات ہے جس سے اجتماعی زندگی میں نظریاتی سطح پر گھٹیا سوچ اور حیوانی سطح کے کام رواج پاجاتے ہیں اور ایسا معاشرہ انسانی سطح سے گر کر حیوانی سطح پر آجاتا ہے۔ ایسا معاشرہ انسانوں کا معاشرہ نہیں مشہور حیاتیاتی علوم کے ماہر ڈارون کے نظریات کے مطابق ترقی یافتہ حیوان نما انسانوں کا معاشرہ بن جاتا ہے۔ اس معاشرہ میں انفرادی سطح پر انسان ضمیر (CONSCIENCE) یا روح یا DIVINE SPARK سے عاری ہوجاتا ہے جبکہ اجتماعی سطح پر ایسا معاشرہ حیوانیت، بے حیائی، عریانی اور قومِ لوط جیسے اعمال کا رسیا ہوجاتا ہے اور یوں ایسے معاشرے جلد فنا پذیر ہوجاتے ہیں کہ ان کا وجود خالق کائنات کے مقصد تخلیق کائنات سے ہم آہنگ نہیں ہوتا۔

31۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں کوئی انسان اللہ کا خلیل کیسے بن سکتا ہے جب تک وہ مادی دنیا کے حجابات سے اُس پار نگاہ کر کے 'لاَ' کے بعد 'اِلاَّ' کا راستہ اختیار نہ کرے اور اس کا استدلال ایک سیدھی راہ پر ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس کا باطنی شعور اسے 'لاَ' سے 'اِلاَّ' کی طرف رہنمائی نہ کرے۔ یعنی حرفِ 'لاَ' بلند کرنے کے لیے موجودات سے بلندتر ہوکر مادی دنیا سے ماوراء جھانکنے اور خالق کائنات کو پہچاننے کا داعیہ پیدا کرنے اور اس کو زندگی کا حاصل بنانے کے لیے 'اِلاَّ' کی طرف باطنی رہنمائی صرف زندہ ضمیر ہی کرسکتا ہے۔

'لاَ' سے 'اِلاَّ' کی طرف سفر کر کے ہی انسان صحیح معنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح وقت کے نمرودوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرسکتا ہے اور مروّجہ باطل نظام کے بتوں کو توڑ کر اُسے شکست و ریخت سے دوچار کرسکتا ہے۔ باطل نظام ردّعمل میں لوگوں کو قتل کرتا ہے، آگ میں ڈالتا ہے اور شدید عذاب دیتا ہے مگر سچے اور باکردار لوگ نمرودوں کی جلائی ہوئی آگ میں کود کر بھی اپنے نظریات کا حق ہونا ثابت کردیتے ہیں۔

32۔ اے لا اِلٰہ کے وارثو! مسلمان علماء وصوفیاء و دانشورو! اپنی محفلوں میں باتیں بناتے وقت گزار رہے ہو! اُٹھو وقت کے نمرود (عالمی مغربی صہیونی استعمار) کے سامنے نعرۂ 'لاَ' بلند کرو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی کام کیا تھا۔ تم ملت ابراہیمی کے پیروکار کہلاتے ہو۔ کھڑے ہوجاؤ اور لاسلطان، لاملوک اور لا اِلٰہ کا نعرۂ مستانہ فضا میں عام کردو۔

33۔ آج کل کے باطل نظام میں اگر تمہیں کوئی عہدہ، منصب اور خطاب ملا ہوا بھی ہے تو درحقیقت اس کی قیمت دو (کف) جو بھی نہیں، اٹھو! اور لا اِلٰہ کے جلال سے آگاہ و آشنا بنو اور دنیا کا رُخ 'اِلا اللہ' کی طرف پھیر دو۔

34۔ ہر وہ مردِ حق جو خود آگاہ اور خدامست ہوگا وہ خدا بیزاری کے ماحول پر مطمئن نہیں رہ سکتا ہے۔ اُسے اس نظام کو حرفِ غلط کی طرح مٹادینا چاہیے اور مردِ حق کے اندر یہ جرأت کلمہ اسلام کے جزوِ اوّل لا اِلٰہ اِلا اللہ سے آسکتی ہے۔ حرفِ 'لاَ' کی اپنے ہاتھ میں شمشیر اٹھالو اور پھر اس کی سحر آفرینی اور اثر انگیزی دیکھو۔ درحقیقت جو 'لاَ' سے سفر کا آغاز کرتا ہے اور تمام معبودانِ باطل کی نفی کرنے کے بعد اِلاَّ کی طرف بڑھتا ہے وہی یہ مقام رکھتا ہے کہ وہ رب کی اس دھرتی پر حکمرانی کرسکے۔ یہ دھرتی خدا بیزار اور ابلیسی نظریات کے حامل نمرودوں، فرعونوں، یونانیوں، رومیوں کے ہاتھ اس لیے آجاتی ہے کہ اہل حق 'لاَ' کی شمشیر ایک طرف رکھ دیتے ہیں اور نباتات و جمادات کی طرح صرف تسبیح وتہلیل پر اکتفا کرلیتے ہیں۔

ٹیکنو کریٹ گورنمنٹ وہاں قائم ہوتی ہے جہاں اقتصادی بحران بہت زیادہ شدت اختیار کر لے۔لیکن تجربہ بتاتا ہے کہ جب ایسی گورنمنٹس جاتی ہیں تو بحران پہلے سے بھی زیادہ شدت اختیار کر لیتا ہے: ایوب بیگ مرزا

اگر آپ جمہوری پراسس میں اہل لوگوں کو وزارتیں دینا چاہتے ہیں تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ صدارتی نظام لے آئیں تاکہ جسے آپ براہ راست منتخب کریں وہ ملک کے بہترین اور اپنے شعبے میں ماہر لوگوں کو وزارتیں سونپ دے: خالد محمود عباسی

حالات اُس وقت بہتر ہوں گے جب ایک صالح لیڈرشپ عوام میں سے اُبھر کر سامنے آئے اور وہ ملک کو آگے کی طرف لے کر جائے: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

کیا ٹیکنو کریٹ گورنمنٹ آخری حل ہے؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: آج کل سوشل میڈیا پر یہ افواہیں گردش کر رہی ہیں کہ پاکستان میں کچھ درپردہ قوتیں یہ چاہتی ہیں کہ یہاں ٹیکنو کریٹ گورنمنٹ بنے جو عرصہ تک رہے اور پاکستان کے حالات درست کر دے۔ یہ ٹیکنو کریٹ گورنمنٹ کیا ہوتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بات درست ہے کہ اس طرح کی افواہیں گردش کر رہی ہیں لیکن ماضی کا تجربہ یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی افواہ بہت زیادہ گردش میں ہو تو پھر وہ حقیقت نہیں بنا کرتی۔ظاہر ہے ایسی غیر منتخب حکومت فوج ہی بنا سکتی ہے لیکن حال ہی میں آئی ایس پی آر کے ترجمان نے جس طرح اس کا واضح طور پر انکار کیا ہے، اس کے بعد ایسا اعلان publically بہت مشکل ہو جاتا ہے۔لہٰذا میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ ایسا ہونا نظر نہیں آتا۔بہرحال کل کیا ہونا ہے یہ تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔اصل میں ٹیکنو کریٹ گورنمنٹ وہاں قائم ہوتی ہے جہاں اقتصادی بحران بہت زیادہ شدت اختیار کر لے۔اس طرح کی حکومتیں زیادہ تر اکانومسٹ قائم کرتے ہیں اور یہ حکومت تمام اداروں کے پروفیشنل لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جو اپنے اپنے شعبہ میں ماہر ہوں ۔دنیا میں ٹیکنو کریٹ حکومتوں کی کئی مثالیں موجود ہیں جو کہ ساری کی ساری اقتصادی بحران کے نتیجے میں قائم ہوئیں۔لیکن تجربے نے یہ بھی بتایا کہ ٹیکنو کریٹس اگرچہ بعض مفید اقدامات کرتے ہیں جن سے ملک کی اقتصادی حالت بہتر ہوتی ہے لیکن جب وہ جاتے ہیں تو بحران پہلے سے بھی زیادہ شدت اختیار کر لیتا ہے۔

سوال: پاکستان کے اقتصادی حالات کبھی اچھے نہیں رہے۔کیا کبھی یہاں پر کوئی ٹیکنو کریٹ گورنمنٹ بنی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اصل میں ٹیکنو کریٹ گورنمنٹ وہ ہوتی ہے جو کہ ہر فیلڈ کے ماہرین پر مشتمل ہو۔ ہمارے ہاں عوام کے ووٹ سے منتخب ہو کر جو لوگ اسمبلی میں پہنچتے ہیں انہیں میں وزارتیں تقسیم کی جاتی ہیں اور یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جس ممبر اسمبلی کو جو وزارت دی جا رہی ہے وہ اس میں ماہر بھی ہو۔ یہاں صرف علاقائی بنیادوں پر وزارتیں تقسیم ہوتی ہیں۔یہاں ٹیکنو کریٹ گورنمنٹ کبھی بھی نہیں بنی ۔ یہاں جو مارشل لاء لگائے گئے ان میں شروع میں ایسے لوگوں کو لایا گیا جو اپنے اپنے شعبوں میں مہارت رکھتے تھے۔اس کے علاوہ یہاں نگران حکومتیں بنائی جاتی ہیں جن کا مقصد صرف الیکشن کرانا ہوتا ہے ۔ غلام اسحاق کے دور میں معین قریشی کو امریکہ سے لایا گیا تھا جو کہ ایک اکانومسٹ تھے ۔ اس وقت بھی پاکستان کی معاشی حالت کافی خراب تھی۔لیکن ان کی حکومت بھی ایک نگران حکومت تھی۔

سوال: کیا ٹیکنو کریٹس کی حکومت پاکستان کی ضرورت ہے؟

خالد محمود عباسی: اگر ٹیکنو کریٹ گورنمنٹ سے مراد مخلص لوگوں کی گورنمنٹ ہے یا بالفاظ دیگر جو کام ان کو سونپا جائے اس کی اہمیت کا انہیں احساس ہو تو ایسی گورنمنٹ صرف پاکستان نہیں بلکہ ہر ملک کی ضرورت ہے کہ اس کے پاس اہل لوگوں کی ٹیم ہو، جو تجربہ کار ہوں اور اپنے اپنے شعبوں میں ماہر ہوں تو ان کو وزارتیں سونپی جائیں ۔میرے خیال میں ٹیکنو کریٹس کی گورنمنٹ ایک پروپیگنڈے کے طور پر استعمال کی گئی ایک ترکیب ہے ورنہ جس حکومت میں اہل لوگوں کو وزارتیں دی جائیں گی وہ بھی ٹیکنو کریٹس کی گورنمنٹ ہوگی۔ساری دنیا میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ جو جس کا اہل ہوتا ہے اس کو وہی وزارت دی جاتی ہے۔اصل سوال یہ بنتا ہے کہ کیا پاکستان کے آئین میں ایسی کسی گورنمنٹ کے قیام کی گنجائش ہے یا ایسی گورنمنٹ بنانے کے منصوبہ ساز کسی ماورائے آئین اقدام کے بارے میں سوچ رہے ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: آئین میں ضیاء الحق مرحوم نے ایک شق داخل کی تھی جس کے تحت ٹیکنو کریٹس کے لیے 20 سیٹیں مختص کی گئی تھیں تاکہ بہتر کار حکومت چلانے کے لیے اگر ضرورت پڑے تو رولنگ پارٹی ایسے لوگوں کو منتخب کرا کر لے آئے اور ان کو کوئی ذمہ داری سونپ دے۔

سوال: ہماری تمام سیاسی جماعتیں جس جمہوریت کا راگ الاپتی رہتی ہیں اب تک اس نے پاکستان کو کتنا فائدہ پہنچایا ہے اور اگر ہم صحیح معنوں میں جمہوری اقدار پر عمل پیرا ہو جائیں تو اس کے ثمرات سے عوام مستفید ہو سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: جمہوریت محض ایک طرز حکومت ہے جس کے پیچھے اصل میں سرمایہ دارانہ نظام ہے اور سرمایہ دارانہ نظام ایک وحشیانہ اور انسانیت دشمن نظام ہے۔اس کو بنانے والے بھی جانتے تھے کہ یہ کتنا ظالمانہ اور جابرانہ نظام ہے۔لہٰذا انہوں نے اس کو جمہوریت کا لبادہ پہنا دیا تاکہ سرمایہ دارانہ نظام کا امیج بہتر کیا جا سکے۔ کیونکہ جمہوریت میں کچھ اچھی باتیں بھی ہیں۔مثلاً عوام کو اپنی مرضی کے نمائندے منتخب کرنے کا حق مل جاتا ہے اور حکومت کو بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچ سال کے بعد ہم نے واپس اسی عوام کے پاس جانا ہے لہٰذا وہ بھی عوامی مفادات کے بعض کام کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔لیکن جمہوریت میں بعض نقائص بھی ہیں۔ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم نے

جمہوریت کے نقائص من وعن لے لیے لیکن اس کے کسی مثبت پہلو کو اپنانے سے قاصر رہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان میں قائداعظم اور لیاقت علی خان کے بعد صرف تین عوامی لیڈر اب تک سامنے آئے ہیں۔ یعنی ذوالفقار علی بھٹو، نواز شریف اور عمران خان۔ عمران خان کو تو ابھی موقع ہی نہیں ملا لیکن باقی دونوں کے بارے میں حالات کا تجزیہ بتاتا ہے کہ وہ اپنی من مانی کی وجہ سے دوسرے آمروں سے بھی سخت آمر ثابت ہوئے۔ گویا ہمارے ہاں اب تک جمہوری تقاضوں اور اصولوں کو تہہ وبالا کر دینے کا ہی معاملہ رہا ہے۔ اسی وجہ سے یہاں جمہوریت بری طرح ناکام ہوئی ہے۔

سوال: کیا ہمارے نمائندوں نے واقعی جمہوریت کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے؟

خالد محمود عباسی: اس میں کوئی شک نہیں۔ بلکہ جمہوریت کے جو خالق تھے۔ اقبال نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ۔

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس وخود نگر

اس کا سبب یہ تھا کہ جب لوگوں میں خودشناسی اور خودنگری پیدا ہوگئی اور جمہوریت کے خالقوں کو ''عصر حاضر کے تقاضاؤں سے یہ خوف محسوس ہوا کہ کہیں شرع پیغمبر آشکارا نہ ہوجائے'' تو پھر انہوں نے جمہوریت کا ڈول ڈالا لیکن وہ خود بھی جمہوری اُصولوں پر عمل کرنے میں مخلص نہیں تھے۔ انہوں نے ایسے نااہل لوگوں کو جمہوریت کا چیمپئن بنایا جو جمہوری اصولوں ہی سے واقف نہیں تھے۔ ہمارے ملک میں بھی جمہوریت کے جتنے بڑے علمبردار ہیں آپ ان کی پارٹیوں میں دیکھئے کہ وہاں کوئی جمہوریت نہیں ہے۔ حالانکہ جمہوریت کی پہلی اکائی سیاسی پارٹی کا جمہوری ہونا ہے۔ لیکن ان کی اپنی سیاسی پارٹیوں کے اندر مکمل بادشاہت ہے اور اوپر جا کر وہ جمہوریت چاہتے ہیں۔ اوپر جمہوریت کہاں سے آئے گی؟ کیا کبھی پانی سے بھی مکھن نکلا ہے۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں جمہوریت کے ساتھ ایک کھلواڑ کیا گیا۔ البتہ اس کھیل کا بھی ایک فائدہ ضرور ہوا کہ چاروں صوبوں کے عوام یہ سمجھتے رہے کہ یہ ہماری حکومت ہے، ہمارا حکمران ہے، ہمارا پاکستان ہے۔ لیکن اگر آمریت کسی بھی شکل میں آئے تو اسے پھر پنجاب کی حکومت سمجھا جاتا ہے اور باقی صوبوں میں بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے ملکی سالمیت کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ بُری سے بُری جمہوریت بھی مارشل لاء سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ ملک کے لیے اتنی خطرناک نہیں جتنا مارشل لاء خطرناک ہے۔ پاکستان کا فارم آف گورنمنٹ ایسا ہے، یہاں کے حالات ایسے ہیں، یہاں کی سیاسی dynamics ایسی ہیں کہ جن میں نہ مارشل لاء سوٹ کرتا ہے، نہ قومی حکومت اور نہ ہی ٹیکنوکریٹس کی حکومت سوٹ کرتی ہے چاہے ان میں کتنا ہی خلوص کیوں نہ ہو۔ چونکہ یہاں اسلام تو آیا نہیں لہٰذا ہمیں فی الحال جمہوری نظام ہی جوڑ کر رکھ سکتا ہے۔

سوال: یہاں جتنے بھی آمر مارشل لاء کے ذریعے آئے گڈ گورننس کا نعرہ لگا کر آئے۔ پہلے تو انہوں نے کچھ اچھے لوگوں کو لانے کی کوشش کی لیکن پھر انہیں بھی کرپٹ سیاسی نمائندوں کا سہارا لینا پڑا اور آخر میں آمر بھی کرپٹ ہوتے چلے گئے۔ ایسا کیوں ہوا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اصل میں ٹیکنوکریٹ گورنمنٹ بہت عارضی ہوتی ہے اس سے ملک کو لانگ ٹرم فائدہ نہیں ہوتا۔ مارشل لاء کے بعد آمر اگرچہ کچھ ماہر لوگوں کو لاتے ہیں اور وقتی طور پر ایک دوسال کے لیے لگتا ہے کہ ملک کو سنبھالا مل گیا ہے لیکن بالآخر جب وہ ملک کو دوبارہ سیاسی نظام کی پٹڑی پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر انہیں سیاسی سہارے کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو بھی بچانا ہوتا ہے، اور پھر وہ انہی پرانی پارٹیوں میں سے توڑ پھوڑ کر کے ایک نئی پارٹی بناتے ہیں جس کو حکومت سونپتے ہیں۔ اس طرح نظام دوبارہ پرانے ہی ہاتھوں میں آجاتا ہے۔ حالات اُس وقت بہتر ہوں گے جب ایک صالح لیڈرشپ عوام میں سے اُبھر کر سامنے آئے اور وہ ملک کو آگے کی طرف لے کر جائے۔

سوال: بقول عباسی صاحب ٹیکنوکریٹ اور آمریت سے جمہوریت بہتر ہے۔ لیکن اگر جمہوریت میں بھی وہی سیاستدان ہر بار حکومت میں آتے ہیں تو پھر یہ بہتر کیسے ہوگئی؟

ایوب بیگ مرزا: اصل میں پاکستان میں نہ جمہوریت صحیح آئی کہ اس کے فوائد ہمیں ملتے اور نہ آمریت صحیح آئی کہ وہ مکمل طور پر آمریت رہی۔ ورنہ سپین میں آمریت (جنرل فرانکو) نے سپین کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اسی طرح جنرل ڈیگال نے فرانس کو کیا سے کیا بنا دیا۔ دونوں آمر تھے لیکن اپنے ملک سے مخلص تھے۔ اصل میں یہاں مخلص قیادت کی ضرورت تھی لیکن نہ ہماری سیاسی قیادت مخلص تھی اور نہ ہماری فوجی قیادت مخلص تھی۔ فوجی قیادت نے بھی شروع میں آتے ہی بڑے جارحانہ اقدامات کیے لیکن پھر جلد ہی اپنی کرسی کو بچانے کے لیے کرپٹ سیاسی عناصر سے رابطہ کر لیا۔ یہ کام دوسرے ممالک کی آمریتوں میں نہیں ہوا۔

سوال: اس کا مطلب ہے نیتوں اور خلوص کا مسئلہ ہے؟

خالد محمود عباسی: نیتوں اور خلوص کے ساتھ ساتھ صلاحیت کا بھی فقدان رہا ہے۔ ایک ہماری وہ سیاسی قیادت جو یقیناً مخلص تھی لیکن شائد ان کا اتنا ویژن نہیں تھا یعنی صلاحیت نہیں تھی۔ اسی طرح جب پرویز مشرف اقتدار میں آئے تو ان کے اور ان کی ٹیم کے بڑے نیک جذبات تھے لیکن انہیں اتنا شعور نہیں تھا۔ انہیں پتا نہیں تھا کہ یہاں سیاسی dynamics کیا ہیں تو اس لیے وہ بھی ناکام ہوگئے۔

سوال: ان تینوں طرز حکومتوں میں سے اسلام کس کی وکالت کرتا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اسلام میں سیاسی نظام کے اصول دیے گئے ہیں۔ جیسا کہ ایک سنہری اُصول قرآن ہمیں یہ دیتا ہے کہ ''امانتیں اہل لوگوں کے سپرد کی جائیں''۔ ہر عہدہ اور منصب بھی امانت ہے۔ آپ کسی کو وزیر یا وزیراعظم بناتے ہیں تو گویا آپ اُسے اختیار دیتے ہیں۔ یہ اختیار اہل لوگوں کو دیا جانا چاہیے اور اہلیت میں نیت، خلوص اور دیانتداری بھی شامل ہے۔ وہ اپنا کام پوری ایمانداری کے ساتھ کرنے والا ہو۔ اسی طرح اسلام میں مشاورت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، نبی اکرم ﷺ وقت کے رسول تھے اور ان کی اطاعت ہر اُمتی پر لازم تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی حکم دیا کہ ﴿وشاورھم فی الامر﴾ کہ آپ اپنے صحابہؓ سے مشورہ کیا کیجئے۔ چنانچہ مشاورت سنت رسول ﷺ ہے اور جمہوریت کا بنیادی اُصول بھی مشاورت ہے۔ لیکن ہمارے ہاں کی جمہوریت میں مشاورت نہ ہونے کے برابر ہے۔ خاص طور پر نواز شریف نے اپنے دور حکومت میں مشاورت کو کبھی ضروری سمجھا ہی نہیں۔ جمہوریت بھی آمریت سے بہتر اس وقت ہوتی ہے جب وہ جمہوری انداز میں چلے۔ جمہوری حکومت میں اگر اہلیت نہ بھی ہو تو اگر اس میں مشاورت ہوگی تو وہ ایک اچھی حکومت ثابت ہوگی۔ لیکن اگر اہلیت بھی نہ ہو، مشاورت بھی نہ ہو بلکہ صرف ایک فیملی کیبنٹ ہو تو یہ جمہوریت آمریت سے بھی بدتر ہے۔

سوال: اسلام کس طرز حکومت کی تعلیم دیتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اسلام میں جمہوریت بھی ہے، آمریت بھی ہے اور ٹیکنوکریسی بھی ہے۔ جمہوریت کا نیوکلیئس مشاورت ہے۔ اسلامی طرز حکومت میں جتنی مشاورت ہوتی تھی وہ آپ کو تاریخ میں کہیں اور نظر نہیں آئے گی۔ اسلام میں آمریت جب گاڑھی ہو جائے تو اس سے امیر بن جاتا ہے۔ لیکن امیر میں یہ صلاحیت ہو کہ وہ

اپنی پسند نہ پسند کے علی الرغم مشورے کو قبول کرے۔ میں بھی یہ کہوں گا کہ دوسرے طرزِ حکومت پر جمہوریت کو ترجیح دینی چاہیے لیکن یہاں مصیبت یہ ہے کہ جب بھی مارشل لاء لگتا ہے تو جمہور مٹھائی بانٹتی ہے۔ ترکی میں فوجی بغاوت کو عوام نے کچل دیا، انڈیا میں واجپائی نے ایک دفعہ کہا تھا کہ اگر مارشل لاء لگا تو عوام ریل کی پٹڑیوں پر آجائے گی اور نظام کو مفلوج کر دے گی۔ پاکستان میں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟ اس لیے کہ یہاں عوام کو یہ باور ہو چکا ہے کہ ہمارے لیڈروں کو اپنے مفادات اور اپنی ذات کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

سوال: ہماری جمہوریت مغربی جمہوریت ہے، اسلامی جمہوریت یا کچھ اور؟

خالد محمود عباسی: دو چیزیں بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک ہے جمہوری رویہ جس کو ہم جمہوریت کی روح کہیں گے۔ یہ دنیا کو اسلام نے دیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے دنیا کو اس سے روشناس کروایا ہے۔ یعنی جب دنیا میں نسلی حکومتیں یا آمریتیں تھیں، یورپ بھی Dark Ages میں تھا تو اس وقت جمہوری رویے سب سے پہلے اسلام نے دنیا میں روشناس کروائے۔ دوسری بات یہ کہ مغرب نے نبی اکرم ﷺ اور شریعت سے صرفِ نظر کر کے جو جمہوری صورت اختیار کی اس کو ہم کفر اور شرک سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ اس میں انہوں نے بہت ساری چیزیں گڈمڈ کی ہوئی ہیں۔ ایسی جمہوریت کو ہم حاکمیت کے برابر سمجھتے ہیں۔ اصل میں جمہوری رویہ ایک علیحدہ شے ہے۔ البتہ حاکمیت کا تصور جمہوریت کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور حاکمیت کا تصور ایک شخص کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔ نمرود اور فرعون کی حاکمیت شخصی تھی۔ عوام کو بھی یہ بات باور کرانے کی ضرورت ہے کہ جیسے شخصی حاکمیت نمرود اور فرعون کی حرام تھی ایسے ہی جمہور کی حاکمیت بھی حرام ہے۔ لیکن جیسے شخصی خلافت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی جائز تھی ایسے ہی جمہور کی خلافت بھی جائز ہوگی۔ میں اس کے لیے جمہوری خلافت کا لفظ استعمال کروں گا فردِ واحد کی خلافت کا نہیں، اس لیے کہ خلافت کا مطلب ہے حاکمِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا وائسرائے بننا۔ اللہ کا وائسرائے بننے کے لیے ضروری ہے کہ (1) اللہ سے براہِ راست رابطہ ہو (جیسے پہلے نبیوں کا تھا) جو اب کسی کا نہیں ہے۔ (2) معصوم عن الخطا ہو جبکہ اب کوئی معصوم نہیں، غلطیاں سب سے ہوسکتی ہیں، کوئی بھی خطا سے ماوراء نہیں۔ یہ دو شرطیں جو پوری کرے گا تو وہ مطاع ہوگا۔ یعنی اس کی بات مانی جائے گی۔ جبکہ یہ دونوں شرطیں پوری کرنا آج کسی فرد کے لیے ممکن ہی نہیں۔ البتہ اللہ کے نبی ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ امت بحیثیت مجموعی گناہ پر جمع نہیں ہوسکتی۔ اجماع واجب الاطاعت ہے۔ لہٰذا آج مسلمانوں کی اجتماعی خلافت کا دور ہے، کسی شخص کی خلافت کا دور نہیں۔ اور جو خلیفہ ہوگا وہ اللہ کا خلیفہ نہیں ہوگا بلکہ وہ خلیفۃ المسلمین ہوگا، مسلمانوں نے اسے اپنا نمائندہ بنایا ہوگا۔ اگر پاکستان کے آئین کی شق: No legislation will be done repugnant to the Quran and Sunnah عملی طور پر سپریم ہوجائے تو ہم اس جمہوریت کو خلافت کہہ سکتے ہیں۔

سوال: موجودہ دور میں اہل لوگ کون ہیں، ان کی نشانیاں کون کون سی ہیں؟

> جمہوریت کی پہلی اکائی سیاسی پارٹی کا جمہوری ہونا ہے لیکن یہاں سیاسی پارٹیوں کے اندر تو مکمل بادشاہت ہے اور باہر ہم جمہوریت چاہتے ہیں۔ کیا کبھی پانی سے بھی مکھن نکلا ہے؟

خالد محمود عباسی: اہلیت کی پہلی شرط یہ ہے کہ خدا خوفی ہو جس کا مظہر یہ ہو کہ وہ اپنی ذات میں اللہ کے احکام نہ توڑ رہا ہو، اس کی ذات پہ اللہ کے احکام نافذ ہوں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی پارٹی کے منشور میں کوئی بات خلافِ اسلام نہ ہو، اس کی پارٹی کے لیڈروں کے اندر اسلام سے بغاوت کے جذبات نہ پائے جاتے ہوں۔ وہ مندروں میں جا کر عبادتیں نہ کرتے ہوں، وہ دیوالی کے شوقین نہ ہوں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ آدمی دنیوی اعتبار سے سوجھ بوجھ رکھنے والا ہو، ٹیکنوکریٹ بے شک نہ ہو لیکن اس میں کامن سینس ہو، اس میں چیزوں کو سمجھنے کی اہلیت موجود ہو۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ٹیکنوکریٹ نہیں تھے لیکن ان میں یہ خوبیاں تھیں لہٰذا انہوں نے رومن بیوروکریٹ سے بھی کام چلا لیا۔ ایسے لوگ ہی ووٹ کے حقدار ہیں، یعنی امانت کے حقدار ہیں۔ لیکن اگر ان کی موجودگی میں آپ کسی دوسرے کو ووٹ دیتے ہیں جو اس معیار پر پورا نہیں اترتا، تو گویا آپ نے ایک غلط سفارش کی ہے، آپ نے اپنی امانت کا غلط استعمال کیا ہے۔ اللہ کے ہاں آپ اس کے جوابدہ ہوں گے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس حوالے سے لوگوں میں آگاہی پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ ووٹ بھی ایک امانت ہے۔ کیونکہ حدیث کے مطابق جس سے مشورہ لیا جائے وہ بھی امین ہوتا ہے۔ ہمارا فوکس صرف یہ نہیں ہونا چاہیے کہ لیڈر ہی امانت دار اور دیانت دار ہوں بلکہ ہر شخص اپنی جگہ اس بات کا مکلف ہے کہ وہ ووٹ یعنی امانت کا استعمال ایمانداری اور دیانتداری سے کرے۔

سوال: نااہل لوگوں کی کیا نشانیاں ہیں؟

خالد محمود عباسی: جھوٹا، خائن، جو وعدہ کر کے توڑ دے وغیرہ۔ لیکن ایک تقاضا تو یہ ہے کہ ہم اُصولی طور پر کیسے ہوں، ایک یہ ہے کہ ہمارے اس وقت کے حالات کیا ہیں۔ ان حالات میں اگر ہم کسی کا ماضی چھاننا شروع کر دیں تو کوئی بھی اہل بندہ نہیں ملے گا۔ لہٰذا قابلِ عمل تجویز یہ ہے کہ آپ ایک وقت مقرر کر دیں کہ اس سے پہلے جو کچھ بھی کسی نے کھایا پیا وہ معاف لیکن آج کے بعد ہم یہ پالیسی بناتے ہیں کہ جس کے خلاف کوئی ایسی شہادت مل گئی کہ وہ 62،63 پر پورا نہیں اترا تو وہ اسی وقت نااہل ہوجائے گا۔ جب تک وہ اس الزام سے دھل کر نہیں آجاتا، وہ نااہل ہے۔ آئندہ کے لیے کچھ بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر انہی لوگوں میں سے ایسے لوگ نکل آئیں گے جو امانت کے اہل ہوں گے۔ لیکن اس کے لیے پہلے عام معافی دینی پڑے گی جیسے قرآن مجید میں فساد کرنے والوں کے بارے میں آیا کہ تمہارے قابو کرنے سے پہلے اگر وہ توبہ کر لیں تو تم انہیں معاف کر دو۔

آصف حمید: اس پروگرام سے ایک چیز واضح ہوگئی کہ اصل ضرورت کسی ٹیکنوکریٹ، آمر یا کسی جمہوری کی نہیں بلکہ ایک اہل بندے کی ہے اور اہل بندے کو تلاش کرنا عوام کا کام ہے۔ اس حوالے سے اس حدیث نبوی ﷺ میں ہمارے لیے بڑی راہنمائی ہے کہ: ''جو کسی ظالم یا فاسق کے پیچھے چلا اس کو تقویت دینے کے لیے، اور اس کو پتا بھی تھا کہ جس کے پیچھے میں چل رہا ہوں وہ ظالم ہے تو اس شخص نے اسلام کی جڑیں کھودنے میں مدد دی''۔ یہ حدیث ان تمام پاکستانیوں کے لیے ہے جو ووٹ دینے کے اہل ہیں۔ لہٰذا ان کو چاہیے کہ جب وہ ووٹ دیں تو امانت سمجھ کر دیں اور یہ سوچ کر دیں کہ کل مجھے اللہ کے ہاں اس کے حوالے سے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اگر ہمارا رویہ اس لحاظ سے بہتر ہوا تو اُمید ہے کہ اس ملک میں اہل لوگ منتخب ہو کر آئیں گے۔ پھر ان شاء اللہ جو نظام قائم ہوگا اس کو ہم جمہوری خلافت بھی کہہ سکیں گے۔ ☆☆☆

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

مسلمان کدھر جائے؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

سیاہ گہری دبیز رات کا سناٹا۔نیند سے بوجھل آنکھوں نے کچھ متحرک سائے دیکھے، سرگوشیاں سنیں۔ ایک بڑے ہال کمرے میں کچھ مانوس اجنبی چہرے۔ان چہروں کی ضو تاریکی چیرتی اپنا راستہ خود بنا رہی تھی۔ادھر کانپتے ہاتھوں میں دل دار دعاؤں کے چراغ اور اشکوں کے ستاروں سے مصلی روشن!اندر آنے والے محمد بن قاسم، فاتح شمالی افریقہ موسیٰ بن نصیر، فاتح سپین طارق بن زیاد، صلیبیوں کی قوت پارہ پارہ کرنے والا نورالدین زنگی، فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی، عیسائی یورپی افواج کے لئے بجلی کا کڑکا، آہنی گرز سلطان بایزید یلدرم ، عین جالوت کا بہادر فاتح رکن الدین بیبرس، سکھوں اور انگریزوں کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کی پرعزیمت تحریک مجاہدین کے سالار سید احمد شہید ، شاہ اسماعیل شہید علمائے ہند کے مجاہد بے بہا ہیرے مولانا امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا قاسم نانوتوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن قطار اندر قطار حسرتیں اور دعائیں روشن چراغوں میں ڈھلتی چلی آ رہی تھیں۔فرشی مجلس میں یہ (ان شاء اللہ) جنت مکین فکر انگیز امت کے تذکرے۔ برما ، کشمیر، فلسطین، فلپائن، شام، عراق، یمن، خلیجی ممالک، افغانستان، پاکستان کے احوال، مسائل، مشورے۔سورۃ الانفال، سورۃ التوبہ، سورۃ محمد کے حوالے۔دھیمی آواز میں، منور چہروں کی روشنی میں یہ جاری تھا۔ سیاہ آسمان پر یکا یک ڈرون طیاروں کی آواز ، میزائیلوں کی جگر پاش جھپٹ بریکنگ نیوز دہشت گردوں کے ٹھکانے پر ڈرون حملہ کھربوں ڈالر سروں کی قیمت والے بارہ دہشت گرد مارے گئے اپنی ہی چیخ سے آنکھ کھل گئی۔شہیدان وفا، جنت مکانی ، جو اپنی نذر پہلے ہی پوری کر چکے تھے، روشنیاں سمیٹ کر کہیں دور جا چکے تھے۔یقیناً یہ دہشت گرد کے زمرے میں آنے والے لوگ تھے۔کفر کے لشکر الٹنے والے، ان کے دل دہلانے، دہشت بٹھانے ، نیندیں اڑانے والے جور کے تو کوہِ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گزر گئے!

آج ہوتے تو ان کا مقدر یہی ہوتا! گوانتا مو، مقامی عقوبت خانے یا ڈرون! کیکوں پر پھونک مار کر موم بتیاں بجھانے سے جو کہانی شروع ہوئی تھی وہ امت کے چراغوں کی لوگل کر کے تالیاں پیٹنے تک جا پہنچی۔ہمیں امریکہ کی بے لوث نوکری بجا لاتے (اس صدی میں) 17 سال بیت گئے۔امریکہ مسلمانوں سے کتنی محبت رکھتا ہے، انصاف پر کتنا کاربند ہے، اس کے لئے ہم مسلم دنیا پر ڈھائی گئی قیامتوں اور مسلمانوں کے بہتے خون کی ندیوں کی بات نہیں کرتے ، جو منہ پھیرنے والے اندھوں کو بھی دکھائی دیتی ہے۔ ہم تو امریکہ پر مرمٹنے والے امریکی مسلمانوں کا تذکرہ کرنے چلے ہیں کہ انہیں ان کے وطنِ اقامت نے کیسا نوازا۔20 سالہ راحیل صدیقی، امریکہ میں پلنے بڑھنے تعلیم تربیت پانے والا (پاکستانی) امریکی نوجوان۔ امریکی فوج اور بالآخر FBI میں بھرتی ہو کر امریکہ کی خدمت کا خواب دیکھنے والا راحیل! (تفصیلی رپورٹ : Esquire میگزین ، مارچ 2017ء)اس خواب کی تکمیل جنون کا درجہ پا چکی تھی۔اسے یہ خوش فہمی تھی کہ اسے وہاں مسلمان کی حیثیت سے نہیں دیکھا جائے گا۔ مگر اس خواب کی تعبیر نہایت بھیانک نکلی۔صرف 2 ہفتوں بعد پُراسرار طور پر تابوت میں گھر واپس آ گیا۔ پارس آئی لینڈ کے Marines تربیتی مرکز نے خودکشی قرار دیا۔ تاہم اس کے جسم پر تشدد، گلا گھونٹنے، پاؤں کے ناخن کچلنے کے نشانات کوئی اور کہانی سنا رہے ہیں۔ والدین نے 100 ملین ڈالر کا دعویٰ مشی گن میں دائر کیا ہے۔اسے وہاں کی کانگریس وومن ڈیبی ڈینجل نے بھی مبنی بر نفرت جرم (Hate Crime) قرار دیا ہے۔قبل ازیں احمد نامی مسلمان کو یہیں مسلمان ہونے کی پاداش میں مسلسل پانی میں شرابور کرنے کے بعد انڈسٹریل ڈرائیر (سکھانے کی مشین) میں ڈال کر مختصر وقفوں کے لئے چلا چلا کر پوچھا: کیا تم مسلمان ہو؟ اب بھی ہو؟ اب بھی ہو؟ اس کے کندھوں اور کمر پر جلنے کے زخم آئے۔اگلی رات اس کے پاؤں کے ناخن کچلے گئے۔ گلے میں پٹہ ڈال کر کتے کی طرح ڈرل انسٹرکٹر نے پھرایا تا کہ سب جان لیں کہ وہ مسلمانوں کے بارے کیا رائے رکھتا ہے۔

مسلمان کے لئے گلوبل چودھری کے پاس انصاف کا پیمانہ گوانتا مو میں قید روہنگیا نژاد پاکستانی شہری احمد ربانی کی کہانی میں مضمر ہے۔اسے 2002ء میں (پرویز مشرف) پاکستانی حکومت نے دیگر بہت سوں کے ساتھ امریکہ کے ہاتھ بیچا تھا۔ایک عرب کے شبہے میں یہ پکڑوا دیا (جو اصلاً CIA کے ڈرون حملے میں شہید ہو چکا تھا)۔احمد ربانی کراچی کا سادہ ٹیکسی ڈرائیور تھا۔545 دن CIA کے تشدد سہتا کابل کے خوفناک قید خانے میں رہا۔ پاکستانی حکومت اپنے شہری سے بے نیاز ہے۔ 9 مئی 2013ء سے احمد بھوک ہڑتال پر ہیں، دیگر ساتھیوں کے ہمراہ۔ کہتے ہیں ممکن ہے کہ بھوک سے میری نظر چلی جائے مگر گوانتا مو میں دیکھنے کو رکھا ہی کیا ہے۔ٹرمپ کہتا ہے کہ حقائق سے قطع نظر (تمہارا کوئی جرم ہے یا نہیں) تمہیں کبھی رہائی نہیں دی جائے گی۔تاہم احمد کے مطابق رہائی نہ ملی تو ممکن ہے کہ قید زندگی سے رہائی مل جائے اور میں تابوت کی صورت یہاں سے نکل جاؤں۔تاہم روہنگیا کے لئے رونے والوں، غمگساروں کے لیے ایک یہ روہنگیا نژاد بھی ہے جو پاکستانی ہے!

امریکہ سے ہماری خلاصی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اب ہم دوستی کے ایک مزید ڈومور یئے دور میں داخل ہو گئے ہیں۔ وزیر خارجہ جو امریکہ میں منت سماجت گوڈے گٹے پکڑتے نیا عہدِ وفاداری باندھ آئے ہیں اس کے نتیجے میں امریکی ازسرِ نو تکبر میں چور ہم سے معاملہ کر رہے ہیں۔ازسرِ نو ہماری چیختی چلاتی شہ سرخیاں عود کر آئی ہیں۔ کوئٹہ، بنوں، پنجگور میں سکیورٹی اہلکاروں پر حملے۔پے درپے ڈرون حملے۔ پہلے یرغمالیوں کو رہا کروانے کے سلسلے میں 10 دن مسلسل پاکستان کے اندر ہنگو اور کوہاٹ پر ڈرون گھومتے پھرتے رہے۔ امریکہ کو 5 عدد ہشاش بشاش گورے قیدی لوٹا کر 24 گھنٹوں کے اندر ادھر لاشوں کا سکور 3 ڈرون حملوں میں 31 ہو گیا۔ہمارے 5 فوجی اس کے علاوہ۔ یرغمال لوٹانے کا نقد انعام۔ پہلے ہمارے وزیر خارجہ نے ڈرون حملے کا (امریکہ کے آگے) برا منایا۔ جس پر فوراً آئی ایس پی آر نے ڈپٹ دیا کہ حملہ ادھر ہوا ہی نہیں۔ چنانچہ حملہ فوراً افغانستان بھجوا دیا گیا۔ (اگرچہ افغان میڈیا نے حملہ پاکستان پر ہی بتایا ہے)، لوگ تو

مرے۔ جانیں تو گئیں۔ اب ادھر ادھر کا کیا جھگڑا۔ تھے مسلمان ہم زبان، ہم قوم، ایک ملت۔ نام میں کیا رکھا ہے۔ امریکہ خوش تو ہم بھی خوش! ڈالر تو آئیں گے۔ بھلے رنگ لال ہوا تو کیا! ذوالفقار علی بھٹو تک نے پختونستان کے تناظر میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایک دن ہماری سرحدیں افغانستان میں دریائے آمو تک اور افغانستان کی پاکستان میں کراچی کے ساحل تک ہوں گی! یعنی افغان اور ہم ایک ہیں! لیکن آج ہم امریکہ کی گود میں جا بیٹھنے اور امریکی ڈالر کی چوسنی کے شوق میں قتل و غارت گری کی گرم بازاری میں پھر حصہ دار بن گئے ہیں۔ اس نئے دور کے 10 دنوں میں سرحد کے آر پار اس نامراد کفر کی جنگ کی بھینٹ 250 مسلمان چڑھ چکے ہیں۔ زخمی سینکڑوں ہیں۔ رہا امریکہ تو اس نے فوراً کہا ہے کہ امریکہ پاکستان پر نظر رکھنے کے لئے بھارت کی مدد چاہتا ہے۔ ہمیں خدمت گزاری کا اس سے بہتر صلہ کیا مل سکتا ہے! اب ہم دھماکوں، حملوں کے بعد رو رہے ہیں کہ اس میں بھارتی اور افغان ایجنسیاں سرگرم ہیں! وہ آپ کے دوست امریکہ کے حکم پر سرگرم عمل ہیں۔ آپ پر نظر رکھ رہی ہیں۔ مزید برآں بھارت پچھلے سال کے مقابلے میں 3 گنا زیادہ سرحدی خلاف ورزیاں کر چکا ہے۔ اللہ رحم کرے، امریکی نائب صدر پاکستان آیا چاہتے ہیں۔ ان کی آمد پر پھر لاشوں کا تحفہ (خدانخواستہ، حسب روایت) پیش کیا جائے گا۔ پاکستان کے چہرے پر کھنڈتی زردی بڑوں کو دکھائی نہیں دیتی۔ ان کی دوستی کا خمیازہ غریب ماؤں کے بچے بھگتتے ہیں۔

دنیا بھر میں بہتے خون کے شواہد امریکہ کے طوفانوں، لال بھبھوکا بھڑکتی آگوں کے بعد برطانیہ، آئرلینڈ میں بھی دیکھے گئے۔ اوفیلیا طوفان کے ہاتھوں آئرلینڈ میں تباہی اور سنٹرل لندن میں آسمان گہرا نارنجی اور سورج لال بھبھوکا دکھائی دے رہا تھا۔ وڈیو بنانے والے نے کہا: موسم عجب نرالا انوکھا ہے۔ برسٹل، لال سیارہ نامی فلم جیسا دکھائی دے رہا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ طوفان ہوا اور مٹی جنوبی یورپ اور افریقہ سے اٹھا کر لا رہا ہے جس سے یہ لالی دکھ رہی ہے۔ تاہم ہمارے نزدیک یہ ہوا اور مٹی اصلاً شام، برما، فلسطین، کشمیر، افغانستان، یمن، عراق کی ہے۔ خونچکاں مٹی! یہ خوش باش مغربی قومیں خود تماشوں میں گم ہیں۔ کینیڈا میں جانوروں سے محبت کرنے والے (انسانوں سے محبت کا دور لد گیا) جانوروں کی ہیئت اختیار کیے (Costume) جانورانہ لباس پہنے سڑکوں پر پریڈ کرنے نکل آئے۔ اگرچہ آپ کو اس (لباس کے) تکلف کی کیا ضرورت۔ آپ کی پریڈ کرتی فوجیں کیا کافی نہ تھیں؟ بھیڑیوں، لومڑوں، کتوں، خنزیروں کی حد تک۔ (قارئین برا نہ مانیں یہ گوروں کے محبوب جانور ہیں، وہ قطعاً برا نہیں مناتے)۔

ہمارے مسائل جدا ہیں۔ ہم روہنگیا کا غم کھا رہے تھے، جہاں قطاروں میں کھڑا کر کے ان کی گردنیں اڑائی گئی ہیں۔ مگر یہ دہشت گردی ہرگز نہیں! دوسری طرف فلسطینی شدید قحط کی زد میں ہیں۔ غذائی قلت، بمباریوں کے نتیجے میں چشمے خشک اور زرعی اراضی کی تباہی کی بنا پر ہیں۔ مگر یہ اسرائیلی ہمارے دوست امریکہ کے محبوب ترین رشتہ دار ہیں۔ سو ہم چپ ہیں! ہمارے بڑوں کو اندرون، بیرون ملک دولت، مزید مربعے درکار ہیں۔ چھوٹوں کا مربہ بنا کر لیں یا جیسے بھی۔ غریب کے لئے تو لنڈے کے کپڑوں پر بھی ٹیکس لگ گیا ہے۔ اس کی فکر فرمائیں کہ سردی میں بچے کیا پہنیں گے! اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے۔

☆☆☆

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، ممتاز آباد کے رفیق محمد ساجد کے والد کو فالج کا حملہ ہوا ہے

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، گل گشت کے رفیق محمد عمر خان کے بھائی کو فالج کا حملہ ہوا ہے

☆ ممتاز آباد کے رفیق محمد وسیم کا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا

اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ مقامی تنظیم گوجرانوالہ کے رفیق محترم اکرام افضل وفات پا گئے

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کے ناظم دعوت جناب محمد سلیم اختر کے والد وفات پا گئے

برائے تعزیت: 0300-6356139

☆ گلشن اقبال، کراچی کے رفیق محمد یامین کے صاحبزادے وفات پا گئے

برائے تعزیت: 0333-3659863

☆ حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم مروٹ کے رفیق طالب حسین کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے

برائے تعزیت: 0300-7584246

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، دینی تعلیم اور بی اے، قد "5'.2، شرعی پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: (042)35956529

☆ ای ایم ای سوسائٹی، لاہور میں رہائش پذیر، رفیق تنظیم کو اپنی ہمشیرہ، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، پرائیویٹ سکول میں ٹیچر کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: 0342-7388557

☆ سید فیملی سے تعلق رکھنے والی دوشیزہ، عمر 26 سال، تعلیم بی ای ٹیکسٹائل انجینئرنگ، قد "5'.7، کے لیے دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ کراچی اور پنجاب کے رہائشی قابل ترجیح۔

برائے رابطہ: 0336-2281541
0307-2845807

☆ کراچی میں رہائش پذیر شخص، عمر 74 سال، کو 50 تا 65 سال تک دینی مزاج کی حامل خاتون کا موزوں رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 021-34503265
mycurative@gmail.com

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی ہمشیرہ، عمر 31 سال، تعلیم میٹرک، صوم و صلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: 0342-7388557

☆ سید سُنی کنواری لڑکی، عمر 30 سال، تعلیم مڈل، امور خانہ داری میں ماہر، خوب سیرت و صورت کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ دوسری شادی کے خواہش مند بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 0336-7958877

وہ کیسے اعضاء وجوارح ہیں جو اللہ کو نہ پہچانیں!

مولانا عارف اللہ

اِس جہان میں اور اُس جہان میں یعنی دنیا اور آخرت میں جو کچھ بنا ہے یا آئندہ بنے گا یہ سب اللہ کی قدرت اور تخلیق کا شاہکار ہے۔ اس میں جو نفعے ہیں وہ بھی اللہ نے رکھے ہیں اور جو نقصان ہیں وہ بھی اللہ نے رکھے ہیں۔ سانپ میں طاقت نہیں کہ زہر خود بنائے، ہرن میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ مشک پیدا کردے، صدف میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ موتی بنائے، کوئلے میں اپنی ذاتی طاقت نہیں ہے کہ وہ ہیرا بن جائے، پتھر میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ لعل بن جائے اور وہ زمرد بن جائے، یاقوت بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نے اُسے رنگ دیا، اُسے شکل دی، اُسے صفات دیں، اُسے مہلت دی، اُس کو وقت دیا، اُس کو زندگی دی۔

سانپ کا زہر تو نظر آتا ہے جھوٹ کا زہر نظر نہیں آتا

اسی طرح اللہ نے خیر اور شر میں نفع اور نقصان رکھے ہیں۔ نیکی اور بدی میں نفع اور نقصان رکھے ہیں۔ اچھائی اور برائی میں نفع اور نقصان ہیں۔ سانپ کا زہر تو نظر آتا ہے لیکن جھوٹ کا زہر نظر نہیں آتا۔ آم کی مٹھاس تو محسوس ہوتی ہے لیکن سچ کی مٹھاس محسوس نہیں ہوتی۔ چونکہ اللہ نے اسے امتحان میں رکھ دیا ہے۔ چیزوں کے نفع دکھائے اور چیزوں کے نقصان دکھائے۔ عمل کا نفع بھی چھپادیا اور نافرمانی کا نقصان بھی چھپادیا۔

ڈاکٹر مفید و مضر تو بتا سکتے ہیں مگر حلال وحرام نہیں بتا سکتے

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا عمل کرو: ﴿فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا٥﴾ میں جانتا ہوں کون صحیح راستے پر ہے اور کون خطا پر ہے۔ انسان کے پاس ایسا علم نہیں ہے کہ وہ جان سکے کہ اچھائی میں نفع کیا ہے؟ برائی میں نقصان کیا ہے؟ وہ اسے جانچنے کے عمل سے قاصر ہے۔

ایک ڈاکٹر آپ کو غذا دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ اس میں مفید اور مضر کیا کیا چیزیں ہیں لیکن وہ حرام کی پکی ہوئی غذا میں کچھ نہیں دکھا سکتے کہ اس میں جہنم کی آگ جل رہی ہے، اور وہ حلال کی پکی روٹی میں نہیں دکھا سکتے کہ اس میں جنت کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ وہ ایک کان کی بیماری تو دیکھ سکے گا لیکن اُس کے اندر موسیقی نے جو گند گھولا ہے اس کے لیے ان کے پاس کوئی آلہ نہیں۔ ایک آئی سپیشلسٹ بتا سکتا ہے کہ آپ کی آنکھ کمزور ہو چکی ہے، لیکن یہ نہیں بتا سکتا کہ آنکھ حرام دیکھتی ہے وہ دیکھ کے کہے گا ٹھیک ہے لیکن ممکن ہے وہ اللہ کی نظر میں اندھی آنکھ ہو اور جو آنکھ دیکھنے کے لحاظ سے کمزور ہوگی اس کو وہ کہے گا کمزور آنکھ ہے۔ ممکن ہے وہ آنکھ اللہ کی نظر میں سورج سے زیادہ تیز ہو۔

اللہ کے احکامات پر عمل سے خالی جسم مردہ ہے

لیکن بھائیو! اگر وہ دل جو روح کو دھڑکاتا ہے، جو روح کو سپلائی دیتا ہے اگر وہ بیمار ہو گیا تو یہ اللہ کی نظر میں گندگی کے کیڑے سے زیادہ حقیر ہو جائے گا۔ جو آنکھ اللہ کو نہیں پہچانتی، جو کان اللہ کی آواز کو نہیں سنتے، جو دل اللہ کی محبت میں نہیں دھڑکتا، جو سینہ اُس کے دین کے درد سے خالی ہے، وہ اللہ کے نزدیک مردہ جسم ہے۔ جن کے دفن کرنے کا انتظام کرنا تھا اُس کو جب بازاروں میں چھوڑا تو بازاروں میں بدبو پھیل گئی، جب اُن کو گھروں میں چھوڑا تو گھر گندے ہو گئے، جب اُن کو دفتروں میں چھوڑا تو دفتر گندے ہو گئے، جب اُن کو عدالتوں میں چھوڑا تو عدالتیں خود ظالم ہو گئیں، جب اُن کو حکومت کے ایوانوں میں چھوڑا تو ایوان خون سے رنگین ہو گئے، جب اُن کو سیاست میں چھوڑا تو سیاست ظلم وستم کی نئی داستانیں لکھنے لگ گئی اور جب اُس کو معاشرت کے میدان میں چھوڑا تو ساری معاشرت عدم توازن کا شکار ہو گئی۔ وہ باپ کے روپ میں ابھرا تو نافرمان، وہ بھائی کے روپ میں ابھرا تو نافرمان، وہ بیٹے کے روپ میں ابھرا تو نافرمان، وہ بیوی کے روپ میں آئی تو نافرمان، بیٹی کے روپ میں آئی تو نافرمان۔ اُس کا گندا وجود، اُس کا گندا سانچہ جس جس وجود میں ڈھلتا گیا، وہیں گند پھیلتا چلا گیا۔ کہ گندگی کا کیڑا جدھر بھی جاتا ہے گند ہی پھیلاتا ہے۔ گندگی کے کیڑے سے تشبیہ دینے میں یہ خوبصورت اشارہ ہے کہ چیزیں گندی نہیں ہوتیں۔ بہت تھوڑی چیزیں ہیں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ بہت تھوڑے شعبے ہیں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ باقی انسان ہی گندا ہوتا ہے کہ جدھر جاتا ہے وہاں گند پھیل جاتا ہے، جدھر جاتا ہے تعفن پھیل جاتا ہے، جدھر جاتا ہے وہاں نفرتوں کی آگ پھیل جاتی ہے، جدھر جاتا ہے محبتیں رشتے، ناتے ٹوٹتے چلے جاتے ہیں۔

بھائیو! وہ آنکھ آنکھ نہیں جو اللہ کی کائنات پر غور وفکر کر کے اُس کو نہ پہچانے، وہ کان کان نہیں جو بلبل کا نغمہ سن کر، ہواؤں کی سنسناہٹ کو سن کر، برستی بارشوں کے نغمے سن کر اللہ کو نہ پہچانے ﴿اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ٥﴾ کبھی اونٹ کو نہیں دیکھتے، کیا یہ نہیں بتاتا کہ خالق ہے۔ ﴿وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ٥﴾ بلند آسمان کی چھت کو دیکھا کیوں نہیں سوچتے ہو کہ کوئی اُس کا خالق ہے۔ ﴿وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ٥﴾ یہ گڑے ہوئے بلند وبالا پہاڑ اور سربفلک چوٹیاں، برف پوش، سبز پوش، سیاہ پوش، سفید برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑیاں اور اوپر سے گرتے ہوئے جھرنوں سے پانیوں کے چشموں کا اک سیل رواں، کیا یہ نہیں بتاتا کہ کوئی خالق ہے۔ ﴿وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ٥﴾ یہ بچھا ہوا زمین کا فرش۔ اللہ نے کس طرح ایک زمین پہ اپنی نشانیوں کو بتایا۔ مجھے قسم ہے زمین کی اور اس کے بچھانے والے کی کہ میں نے زمین کا فرش بچھایا۔ ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا٥﴾ کوئی ہے تیرے رب کے سوا جو یہ فرش بچھا کے دکھا دے۔ ﴿وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا﴾ "ہم نے زمین کا فرش بچھایا" ﴿فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ٥﴾ کوئی ہے میرے جیسا کہ ایسا فرش بنا کے دکھا دے، کوئی ہے کوئی ہے جو ایسا فرش بنا دے کہ مٹی کا ایک ڈھیلا نہ تھا، غبار کا ایک ذرہ نہ تھا، ریت کا ایک ذرہ نہ تھا اور پہاڑ کا ایک سنگریزہ نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا زمین کا فرش بچھایا، ریت سے اسے ڈھکا، پہاڑوں سے اسے ڈھکا، پانیوں سے سجایا، جنگلوں سے سجایا۔ ﴿وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ٥﴾ یہ زمین اس لیے تو نہیں بچھائی تھی کہ تم اس پہ زنا کرو، اس لیے تو یہ زمین نہیں بچھائی تھی کہ تم اس پہ ناچو اور گاؤ اور اس لیے تو یہ زمین نہیں بچھائی تھی کہ تم اس پہ جوا کھیلو، اس لیے تو یہ زمین نہیں بچھائی گئی تھی کہ تم اس پر قتل کرو، اس لیے تو یہ زمین نہیں بچھائی تھی کہ تم اس پر ایک دوسرے کو گالی گلوچ کرو، ماؤں کو جھڑک کے بٹھا دو، باپ کے گریبان میں ہاتھ ڈال دو اور اُس سے کہو کہ تم نے میرے لیے کیا بنایا ہے؟ بیٹا باپ سے کہہ رہا ہے کہ تو نے میرے لیے آج تک کیا کیا ہے؟ یہ اولاد اپنے باپ سے خطاب کر رہی ہے۔ یہ زمین تیرے رب نے اس لیے تو نہیں بچھائی تھی کہ تو اس پر گناہ کرے اور ہر طرف فحاشی وعریانی کا زہر پھیلاتا پھرے۔ اب یہ ساری دھرتی ہر قسم کے گناہوں سے پاک صاف ہو جائے اس کے لیے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے جو ختم نبوت کے صدقہ میں ہر مسلمان مرد وعورت کے ذمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے لیے قبول فرمائے۔ (آمین) ☆☆

ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت

محمد سمیع

اہل کتاب اقوام کو کیا معلوم کہ ناموس رسالت کی اہل ایمان کے نزدیک کتنی اہمیت ہے۔ان کا حال تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کے ناموس پر خود حملے کئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر اوریاہ دی ہٹی کی بیوی سے نعوذ باللہ زنا کرنے اور پھر اوریاہ کو ایک جنگ میں ہلاک کروا کر اس کی بیوی سے نکاح کر لینے کا صاف صاف الزام لگایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مرتد قرار دلوا کر اپنے تئیں انہیں سولی پر چڑھوا دیا۔حضرت یعقوب علیہ السلام کی اللہ کے ساتھ کشتی کروادی۔جبکہ دوسری طرف کوئی مسلمان چاہے وہ عملی طور پر اپنے دین سے دور جا چکا ہو، ناموس رسالت پر حملے کو کسی صورت برداشت نہیں کرتا اور جب اس کے سامنے ایسا کوئی واقعہ آئے جس میں رسول اللہ ﷺ کی توہین کی گئی ہو تو اس کے مرتکب شخص کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرے گا۔ایک مسلمان تو صرف اپنے رسول محمد ﷺ کی ہی نہیں بلکہ وہ تو کسی نبی یا رسول کی توہین برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ تمام انبیاء ورسل پر ایمان اس کے عقیدے میں شامل ہے۔توہین رسالت کے قانون میں دیگر انبیاء ورسل کی توہین پر بھی سزا مقرر کی گئی ہے۔جب سے مملکت خداداد پاکستان میں ہمارے دستور میں دفعہ 295c شامل کر کے ناموس رسالت کے تحفظ کا اہتمام کیا گیا ہے، اہل کتاب اقوام اس کے خاتمے کے لیے کوشاں ہیں اور ہماری حکومت پر طرح طرح سے دباؤ ڈالنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔دوسری جانب، ختم نبوت کے قانون پر بھی ان اقوام کو اعتراض ہے اور ان کی کوشش ہے کہ اس کو بھی ختم کیا جائے۔المیہ یہ ہے کہ ہماری حکومتوں کی غلط منصوبہ بندی کی وجہ سے پاکستان ان اقوام کی معاشی جکڑ بندی کا شکار ہے۔سیاسی طور پر بھی ملک عدم استحکام کا شکار ہے۔لہٰذا ہمارے حکمران اس دباؤ کے آگے بے بس نظر آتے ہیں۔وہ گاہے گاہے ایسے اقدامات کرتے ہیں کہ جس کے نتیجے میں انہیں ان اقوام کی جانب سے دباؤ میں کمی ہو سکے۔لیکن قوم کسی صورت بھی یہ برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں کہ قانون توہین رسالت کے معاملے میں حکومت کوئی کمپرومائز کرے۔خوش قسمتی سے ہمارے رجال دین کی عقابی آنکھیں بھی اس مسئلہ پر جمی رہتی ہیں۔ابھی حال ہی میں انتخابی اصلاحات کے بل کی آڑ میں جو کچھ ہوا، اس پر علماء اور دینی طبقہ کھڑا نہ ہو جاتا تو حکومت نے قادیانیوں کے لیے ایک موقع فراہم کر ہی دیا تھا کہ وہ قادیانی ہوتے ہوئے بھی مسلمان بن کر اس کی آڑ میں اپنے مغربی سرپرستوں کے مکروہ عزائم کو آگے بڑھانے میں پیش پیش ہوتے۔مغرب اسلام کے منحرفین کی سرپرستی جاری رکھے ہوئے ہے۔اس نے پہلے شاتم رسول سلمان رشدی کو نہ صرف پناہ دی بلکہ اسے برطانیہ کے سرکاری اعزاز سے نوازا گیا۔تسلیمہ نسرین بھی مغرب کی پناہ میں ہے اور قادیانیوں کے حوالے سے امریکہ سمیت مغرب کی اسلام دشمن قوتیں Devil's advocates کا رول ادا کر رہی ہیں۔یہ بات ناقابل فہم ہے کہ سلمان تاثیر کے قتل کے الزام میں تو ممتاز قادری کو سزا دینے میں ہماری حکومت نے بہت عجلت کا مظاہرہ کیا لیکن آسیہ بی بی جس نے عدالت میں اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے، اسے اب تک سزا نہیں دی گئی۔اب یہ خبر آئی ہے کہ توہین رسالت کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے یورپی پارلیمنٹ نے اسے سخاروف ایوارڈ کے لیے نامزد کر دیا ہے۔اسلام دشمن تو ایسی کارروائیاں ماضی میں بھی کرتے رہے ہیں، اب بھی کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔لیکن مسلمانوں کی صفوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اسلام دشمنی میں ملوث رہے ہیں۔جو انتہائی افسوسناک ہی نہیں بلکہ دینی غیرت کے خلاف بھی ہے۔قارئین کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ انتخابی اصلاحات کی آڑ میں جو کچھ اب کیا گیا، وہ تو ماضی میں کئے گئے اقدام کا ایک ایکشن ری پلے ہے۔ اے زیڈ قادری، سکریٹری الیکشن نے ضیاء الحق کے دور حکومت میں کاغذات نامزدگی میں دیا گیا وہ حلف ختم کرنے کا فیصلہ کر دیا تھا جو ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں شامل کیا گیا تھا۔جب قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تو دیگر قوانین کے ساتھ ساتھ قومی اسمبلی کے امیدواروں کے لیے یہ حلف شامل کیا گیا تھا کہ ''میں حضرت محمد ﷺ کے قطعی اور کامل طور پر خاتم النبیین ہونے پر یقین رکھتا ہوں۔اور یہ کہ میں کسی ایسے شخص کا قطعاً پیروکار نہیں ہوں جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی حوالے سے اور کسی طرح نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔اور یہ کہ میں اس نبی کا دعویٰ کرنے کو مانتا ہوں اور نہ اس کو مصلح سمجھتا ہوں اور نہ میں قادیانی یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا ہوں اور نہ میں اپنے آپ کو احمدی کہتا ہوں''۔زیڈ اے فاروقی نے یہ کیا کہ جہاں لکھا تھا کہ ''میں حلفاً اقرار کرتا ہوں'' اس کو بدل کر یوں کر دیا کہ ''میں اقرار صالح کرتا ہوں''۔علماء کی جانب سے اس پر سخت ردعمل کا اظہار کیا گیا اور فیصلہ کیا کہ الیکشن کمیشن کا گھیراؤ کیا جائے گا۔چنانچہ ضیاء الحق نے فوری طور پر اس پر ایکشن لیا اور زیڈ اے فاروقی کو فارغ کر دیا۔حیرت ہے کہ ضیاء الحق نے صرف اتنی ہی سزا کیوں دی۔اگر علماء کا ردعمل سامنے نہ آتا تو اس کے نتیجے میں ملک میں زبردست فساد پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ہمارے حکمراں چاہے وہ سیاستداں ہوں یا ڈکٹیٹر، اپنے مفاد میں تو دستور میں ترمیم کرنے سے تو نہیں چوکتے لیکن اس سنگین جرم پر آج تک کسی نے کسی قانون سازی کی ضرورت محسوس نہیں کی تاکہ عبرتناک سزا کے خوف سے کسی کو جراءت نہ ہو کہ وہ خواہ قادیانیوں کی ہمدردی میں یا چند ٹکوں کی خاطر اس قسم کی حرکت کر سکے۔

اب حالیہ انتخابی بل کی طرف آتے ہیں۔چونکہ معاملہ میاں نواز شریف کی نااہلی کا تھا لہٰذا قانون ساز ارکان کی خواہ وہ اس بل کی حمایت میں ہوں یا مخالفت میں، ساری توجہ اسی ایشو پر مرکوز تھی اور اس کی آڑ میں قادیانیوں کے مسئلے میں کی گئی تبدیلی کی طرف کسی کا دھیان نہیں گیا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے ارکان پارلیمنٹ بل کی منظوری سے پہلے اس کے مندرجات کو پڑھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، امیر عالمی مجلس ختم نبوت نے اس موقع پر بجا طور پر یہ بیان جاری کیا ہے

The Myths of the “Stateless Kurds”, “Ukraine’s Liberation” and the Western hypocrisy regarding Palestine

In the Twentieth Century, the Kurdish citizens of Iraq, Turkey, Syria and Iran have made claims of ‘self-determination’ and fought against established nation-states in the name of ‘ethnic liberation’.

But who defines the real ‘self’ to be liberated? In the case of Iraq in the 1990’s, Kurds were sponsored, armed, funded and defended by the US and Israel in order to weaken and divide the Iraqi republic under Saddam. Kurds, again with US support, have organized regional conflicts in Turkey and more recently in Syria, in order to defeat the government of Bashar Assad. Leftist Kurds cynically describe their imperial allies, including the Israelis, as ‘progressive colonialists’.

In brief, the Kurds act as surrogates for the US and Israel: They provide mercenaries, access to military bases, listening and spy posts and resources in their newly ‘liberated (and ethnically cleansed) country’, to bolster US imperialism, which ‘their warlord leaders’ have chosen as the dominant ‘partner’. Is their struggle one of national liberation or mercenary puppetry in the service of empire against sovereign nations resisting imperial and Zionist control?

In the Ukraine, the US hailed the cause of self-determination when it engineered a violent coup to oust an elected regime, whose crime was its commitment to independence from NATO. The coup was openly funded by the US, which financed and trained fascist thugs committed to the expulsion or repression of ethnic Russian speakers, especially in the eastern Donbas region and Crimea with the aim of placing NATO bases on Russia’s border.

The overwhelmingly Russian-speaking people of Crimea opposed the coup and exercised their right to self-determination by voting to rejoin Russia. Likewise the industrialized Donbas region of eastern Ukraine declared its autonomy, opposing the oppressive and grossly corrupt US installed regime in Kiev.

The violent US-EU sponsored coup in Kiev was a blatant form of imperial annexation, while the peaceful vote in Crimea and the militant Eastern Ukraine (Donbas) exercise of self-determination presented a progressive response by anti-imperialist forces. Thwarted in its project to turn Eastern Ukraine and Crimea into NATO launching pads for aggression against Moscow, US/EU condemned this response as ‘Russian colonization’.

These examples bring us to an irony born almost a century ago and nurtured over the last 70 years by the entire West: The illegal Israeli occupation of Palestine.

For a half-century, Washington has supported brutal Israeli occupation and colonization of the Palestinian ‘West Bank’. The US consistently denies self-determination for the people of Palestine and its millions of displaced refugees. Washington arms and finances Israeli expansion through the violent seizure of Palestinian territory and resources as well as the starvation, incarceration, torture and assassination of Palestinians for the crime of asserting their right of self-determination.

کہ پارلیمنٹ میں موجود سیاسی مذہبی شخصیات اور دینی جماعتیں غفلت کے مظاہرہ پر قوم سے معافی مانگیں۔

جب اس سازش کی جماعت اسلامی کی جانب سے نشاندہی کی گئی تو اول اول تو وزیر قانون نے اس سے انکار ہی کر دیا کہ ایسا کچھ نہیں ہوا ہے۔ بعدازاں، اسپیکر قومی اسمبلی نے اس کا اقرار کرتے ہوئے اسے کلیریکل غلطی قرار دیا جو کسی صورت میں قبول نہیں کی جاسکتی۔ ایسی فاش غلطی کو کلریکل قرار دینا ناقابل فہم ہے۔ اس معاملے کی تحقیقات کے لیے راجہ ظفر الحق کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے جس کے اجلاس میں وزیر قانون کو طلب کیا گیا۔ انہوں نے مبینہ طور پر اپنے آپ کو اس معاملے میں بے قصور قرار دیا۔ ان کا اصرار تھا کہ حلف نامے میں تبدیلی جان بوجھ کر نہیں کی گئی۔ ذرائع کے مطابق کمیٹی وزیر قانون کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتی لیکن وہ انتخابی اصلاحات کمیٹی کے ارکان کی غفلت اور عدم توجہی کو بھی مجرمانہ غفلت قرار دے سکتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اتنا ہی کافی ہے یا تحقیقات کے نتیجے میں اس شخص کی نشاندہی کی جائے گی جو اس مجرمانہ سازش کا آلۂ کار بنا؟ کیا اس بار بھی معاملہ صرف کسی کی برطرفی پر ختم کر دیا جائے گا؟ ضروری یہ ہے کہ اس قسم کی مجرمانہ سازش کے سدباب کے لیے قانون سازی کی جائے۔ دینی جماعتوں کو چاہئے کہ وہ اس کے لیے آواز بلند کریں اور اپنے ارکان پارلیمنٹ کو بھی ہدایت کریں کہ قانون سازی کے لیے اسمبلی کے فلور پر اس کا مطالبہ کریں۔

☆☆☆

the crime of asserting their right of self-determination.

The overwhelming majority of US Congressional officials and Presidents, past and present, slavishly take their cues from the Presidents of the 52 Major Jewish (Israeli) Organizations who add billions to the coffers of colonial Tel Aviv. Israel and its Zionist surrogates inside the US government manipulate the US into disastrous wars in the Middle East against the self-determination of independent Arab and Muslim nations.

In a nutshell, these are examples of international hypocrisy and double standards in the modern era, the era which Western Philosophers call 'the best age in human history"!

Source(s): Strategic Culture Foundation; Centre for Research on Globalization

برما کے مظلوم اور متاثرہ روہنگیا مسلمانوں کی امداد!

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں، امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے برما کے مظلوم روہنگیا مسلمانوں کی مالی مدد کرنے کے حوالہ سے طے فرمایا ہے کہ وہاں کے مظلوم مہاجر وزخمی مسلمان بھائیوں کی بھرپور مالی مدد کی جائے، لیکن برما اور بنگلہ دیش میں چونکہ تنظیم اسلامی کا کوئی باقاعدہ سیٹ اَپ نہیں ہے اور نہ ہی تنظیم کی سطح پر امداد وہاں بھیجنے کا کوئی ذریعہ دستیاب ہے، لہٰذا امیر محترم نے مشورے کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ درج ذیل معتبر ادارے کی وساطت سے اپنے رفقاء و احباب سے برما کے مظلوم روہنگیا مسلمانوں کی دادرسی کے لیے کہا جائے تاکہ اُن کی مدد ہو سکے:

ٹائٹل آف اکاؤنٹ: خبیب فاؤنڈیشن ڈونیشن
برانچ کوڈ: 0302
اکاؤنٹ: 0102653870
میزان بینک لمیٹڈ I-9، اسلام آباد

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں ▌ تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: **ڈاکٹر اسرار احمد** رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ نومبر 2017ء صفر المظفر ۱۴۳۹ھ

مشمولات

☆ وجودِ پاکستان کے جواز کا سوال ہے! ــــ ادارہ
☆ قرآن اور کائنات (۲) ــــ ساجد محمود مسلم
☆ ہم اور ہمارا گھر ــــ شجاع الدین شیخ
☆ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت اور نظامِ حکومت ــــ عبد العظیم جانباز
☆ نظام کی تبدیلی کیسے ممکن ہے؟ ــــ سید عبد الوہاب شیرازی
☆ مسلم کا سفرِ آخرت اور زندوں کا طرزِ عمل ــــ پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ میانمار کے روہنگیا مسلمانوں کا المیہ ــــ ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر
☆ حاجی عبد الواحد صاحبؒ کی یادداشتیں (۱۵) ــــ حافظ قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً﴾

تنظیمِ اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

24، 25، 26 نومبر 2017ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام

مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِىْ لِلْمُتَحَابِيْنَ فِىَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِىَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِىَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِىَّ))

''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت لازم ہو گئی ان کے لیے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے اور مل بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات (کے لیے سفر اختیار کرتے) اور ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔''

(مستدرك حاكم، كتاب البر والصلة، موطا امام مالك كتاب الشّعر، باب السّنة فى الشّعر)

تمام رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے

تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی
فون: 36316638-36293939(042)
36366638

VOL : 26 Regd. C.P.L NO. 114 No.42
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore